إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

جلد ۲ — یوم جمعہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ ہجری مطابق ۲ نومبر ۱۹۷۶ء — شمارہ ۲۵

سلام بحضور سرورِ کونین

سید ظفر علی شاہ چشتی

السلام اے سیدِ والاصفات
السلام اے تاجدارِ کائنات
السلام اے مرکزِ اسرارِ دیں
السلام اے رحمۃ للعالمین
السلام اے مخزنِ جود و عطا
السلام اے زیبِ بزمِ انبیاء
السلام اے ہادیٔ ختمِ رسل
السلام اے باعثِ ایجادِ کل
السلام اے نازشِ تاج و کلاہ
السلام اے سایۂ لطفِ الٰہ
السلام اے مہبطِ روح الامیں
السلام اے دولتِ دنیا و دیں
السلام اے نورِ وحدت السلام
السلام اے مہرِ فطرت السلام

فہرست مضامین

اسلام اور دینِ یورپ

از صاحبزادہ ابوالفیض محمد امیر خسرو اشعری چشتی مانسہرہ (ہزارہ)

آپ کہتے ہیں کہ عصری رجحانات اور علومِ جدید نے اسلام کی مخفی کمزوریوں کو واشگاف کر دیا۔ مغربی تمدّن کی ایک ہی ٹکر سے اسلام کا بھرم کھُل گیا۔ یورپ کی عمرانی، تہذیبی اور صنعتی ترقیوں نے ایمان کی بنیادیں ہلا دیں اور جدید افکار نے مسلمانوں کے اندازِ فکر اور رفتارِ زندگی کا رُخ بدل ڈالا۔ مگر یہ کہتے ہوئے آپ اس امر کو فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ اسلام اور چیز ہے اور مسلمان اور چیز۔ اسلام کی تعلیم سرتا پا ہدایت ہے۔ مگر آج مسلمان کی زندگی سرتا پا بغاوت۔ ذرا غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مغربی علوم کا تصادم اسلام سے نہیں ہے۔ مسلمان کی جہالت اور غفلت سے ہے۔ یورپ کی علمی اور فنی ترقیوں نے اسلام کو شکست نہیں دی۔ ان مسلمانوں کو شکست دی ہے۔ جو حقائق کو نظر انداز کر کے اوہام پرستیوں۔ اور سریع الاعتقادیوں میں مبتلا ہیں اور جن کی زندگی چند رسمیات کا مجموعہ بن کر رہ گئی ہے۔ قرآن کریم نے کہا اہلِ علم اور علم سے بے بہرہ لوگ برابر نہیں ہوسکتے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط یورپ نے علم و حکمت اور اکتشافات میں عملی حصّہ لے کر قرآن کی تصدیق کر دی کہ علم اور جہالت میں کوئی ہمسری نہیں۔ علم خود بلندی ہے۔ اور قوموں کو بلندی عطا کرتا ہے۔ جہالت پستی۔ دوں ہمتی اور موت ہے۔ جو قوموں کو موت کی آغوش میں سُلا دیتی ہے۔ قرآن کا ارشاد تھا کہ ہر مسلمان علم و حکمت کا ممتاز علمبردار بنا رہے۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ اے رب ہمارے علم میں ترقی عطا فرما۔ مگر مسلمان ٹمٹماتا ہُوا چراغ بھی نہ رہا۔ اور یورپ نے علمِ جدیدہ کی مشعل روشن کر دی۔ پھر یورپ کا یہ تصادم اسلام سے ہُوا یا مسلمان سے۔ اس کی ٹکر سے اسلام کا بھرم کھُلا۔ یا اس دور کے مسلمان کی جہالت آشکار ہوئی۔ قرآن نے کہا کہ کائنات الٰہی پر غور کرو۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کا جائزہ لو۔ یہ پہاڑ اور سمندر۔ یہ زمین اور اس کی مخفی قوتیں۔ یہ نباتات اور اُس کے منافع۔ یہ حیوانات اور اُن کی افادیت۔ یہ بارش اور اُس کے اثرات صرف تمہاری تجربہ گاہ کا معمول ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ط زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ یہ حکم مسلمانوں کو دیا گیا تھا۔ لیکن اُنھوں نے انکو مدت ہوئی بھُلا دیا۔ مگر مغربی علماء نے طبیعات و کیمیا۔ سائنس و اکتشافات کے نام سے ان ہدایات سے فایدہ اُٹھایا۔ وہ ہر قسم کی دُنیوی ترقیوں۔ کامرانیوں سے ہمکنار ہوگئے۔ اب بتائیے کہ مغربی علوم کی ترقی سے اسلام پر زد پڑی یا یہ راز کھُلا کہ آج کا مسلمان صرف نام کا مسلمان ہے اور اس کی رفتارِ زندگی صرف جہالت و غفلت اور خود فراموشی کی پیداوار ہے۔ پانچویں صدی سے بارھویں صدی عیسوی تک یورپ پر جہالت کی عام تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اسلامی اصول اختیار کر کے ترقی کی۔ اور مسلمان اپنے مذہب سے غافل ہو کر عیسائیوں کی جاہلانہ زندگی اختیار کر کے تنزل کے گڑھے میں گرے۔ ایک مشہور انگریز چارلس ڈف اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے۔ پانچویں صدی سے بارھویں صدی تک کا درمیانی عرصہ جنگ و خونریزی کے لئے بہت ہی بدنام ہے۔ اس وقت نہ تجارت تھی۔ نہ علم۔ نہ حکمت کا کوئی چرچا۔ سائنس کا تو نام و نشان تک نہ تھا۔ البتہ عربوں نے سائنس و حکمت کی جو مشعلیں روشن کی تھیں وہ اپنی اپنی جگہ ضیا بار تھیں۔ کوئی قانون نہ تھا۔ صرف حیوانی قوتیں مصروف پیکار تھیں لوگوں کو دینِ مسیحی میں شامل کیا جا رہا تھا۔ ہر جگہ کلیسا کے نمائندے عام لوٹ و کھسوٹ میں شریکِ غالب کی حیثیت رکھتے تھے۔

(چارلس ڈف ص ۱۱۷)

سُنّت اللہ سے بغاوت

موجودہ دور کے مسلمانوں نے حدود اللہ کو توڑنے میں کیا کسر اُٹھا رکھی ہے۔ وہ کونسا اسلامی قانون ہے جسے مسلمانوں نے روزِ روشن میں نہیں توڑا۔ وہ کونسا ارشادِ الٰہی ہے جس کی خلاف ورزی نہیں کی۔ وہ کونسی بغاوت ہے جس کا تجدد اور ترقی کے نام پر ارتکاب نہیں کیا۔ سُودی کاروبار میں ہاتھ رنگے۔ نفس کی پیروی میں بھی بڑھ چڑھ کر جُرأت کا ثبوت دیا۔ خدا سے کٹ کر جھوٹے آقاؤں۔ رہبروں۔ پیشواؤں۔ رہنماؤں۔ معبودوں۔ پیروں۔ لیڈروں۔ وزیروں۔ اور مولویوں[1] سے جُڑ گئے۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ کا سبق بھُلا دیا۔ خدا و رسول کی خوشنودی و رضامندی کو پسِ پشت ڈال دیا۔ متیقن کی راہ سے مُنہ پھیرا۔ تقویٰ کو بھُلا دیا حضور کا ارشادِ گرامی ہے۔ الایمان عریان ولباسه التقوىٰ (الحدیث) ایمان ننگا ہے اور اُس کا لباس تقویٰ ہے۔ آج ہمارا ایمان خدا کے حضور میں ہم سے بیزاری کا اظہار کر رہا ہے۔ ہمارا قرآن دعا مانگ رہا ہے۔ کہ اے اللہ مجھ کو موجودہ مسلمانوں کے ناہنجار ہاتھوں سے نجات عطا فرما۔ ہمارے اخلاق ننگِ اسلام بن گئے۔ بزرگانِ دین کی مقدس رُوحیں آسمان پر بیقرار ہیں۔ زمین ہمارے نگل جانے کے لئے مُنہ کھولے ہوئے کھڑی ہے۔ آسمان ہماری موت کا فیصلہ سُنا دینے کے لئے تیار ہے۔ ہماری قوتِ عمل مفقود ہوگئی۔ اسلامی شعار ہم میں نظر نہیں آتے مذہبی نخلستان میں خزاں آگئی۔ ایمانی جذبے جاتے رہے۔ جوارِ رحمت سے ارشاد ہوتا ہے۔ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (القرآن)

(سورۃ الاحقاف رکوع ۴ پارہ ۲۶)

ترجمہ۔ مسلمانو! جو تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے بُلانے والا آئے اُس کی پیروی کرو۔ خدائے قدوس تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تمہیں عذابِ الیم سے نجات دے گا۔

وما علینا الّا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراطِ مستقیم ط

[1] مولویوں سے مراد علماءِ سُوء ہیں جو نفس کے لالچ میں پڑ کر یہود کے علماء کی طرح حق گوئی سے دریغ کرتے ہیں۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۲۸ - ربیع الاول ۱۳۷۶ھ - ۲ - نومبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۵

حکومتِ اسرائیل

سامراجی طاقتوں کی ناپاک سازشوں سے یہ سلطنت معرضِ وجود میں آئی تھی۔ یہودی جن کے لئے اس کرۂ ارض پر زمین تنگ ہو چکی تھی۔ اور گزشتہ جنگِ عظیم کے بعد اتحادی اور محوری قوتوں میں سے کوئی بھی انہیں اپنے علاقوں میں قطعۂ زمین دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ محض خفیہ منصوبوں کی بناء پر انہیں ارضِ مقدس پر مسلط کر دیا گیا۔ جغرافیائی طور پر موجودہ اسرائیل کا محلِ وقوع ایسا ہے کہ تمام کی تمام عرب ریاستیں اس کی سرحدات پر واقع ہیں۔ عالمی سیاسیات سے واقف کار جانتے ہیں کہ اس سلطنت کی بقا محض بیرونی امداد پر ہے۔ نہ تو اس کے قدرتی وسائل اس قدر وسیع ہیں کہ اسے پائداری نصیب ہو سکے۔ اور نہ یہ صنعتی طور پر اس قابل ہے کہ بقیدِ حیات رہ سکے۔ اب تک کبھی برطانیہ اور کبھی امریکہ اس کی پشت پناہی کرتے رہے ہیں اس لئے یہ زندہ ہے اور عرب ممالک کے لئے زندگی کا روگ بنی ہوئی ہے۔

دوسری طرف عربوں کا اتحاد بھی بیرونی سازشوں کا شکار رہا ہے۔ اگر عرب ممالک متحدہ طور پر ایک علم کے نیچے اس کی بیخ کنی کرنے کے لئے آمادہ ہوتے تو دُنیا کی کوئی طاقت اسے زندہ در گور ہونے سے نہ روک سکتی لیکن عرب ممالک کی آپس میں چپقلش رہی اور اس کا فائدہ اسرائیل کو پہنچتا رہا۔ جب وہ کسی عرب ملک کو غافل پاتا اس کی سرحد پر حملہ کر کے اسے کمزور کر دیتا۔ لڑائی بند ہونے سے آج تک سینکڑوں بڑے بڑے حملے جس میں ہزاروں عرب شہید ہوئے۔ اسرائیل کی طرف سے ہو چکے ہیں۔

برطانوی ایجنٹ گلب پاشا کی معزولی اور سویز کو قومی ملکیت میں لئے جانے کے بعد عرب دُنیا کے سیاسی حالات نے کروٹ لی ہے۔ عربوں میں بیداری آچکی ہے۔ اور وہ سامراجیوں کے خلاف بیک زبان نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ حال ہی میں مصر، شام اور شرق اردن میں ایک فوجی معاہدہ ہُوا ہے۔ جس کی رو سے اسرائیل کی طرف سے کردہ حملہ کو متحدہ طور پر روکنے کا عزم کیا گیا ہے۔ خدا کرے اس عربی اتحاد کو بقا حاصل ہو اس میں نہ صرف یہ تین عربی حکومتیں متحد رہیں بلکہ باقی ریاستیں عراق، سعودی عرب، سوڈان، یمن وغیرہ بھی شامل ہو جائیں تاکہ صیہونی خطرہ کا کماحقہٗ مقابلہ کیا جا سکے۔

اس ضمن میں حفاظتی کونسل اقوام متحدہ اور دوسری بڑی بڑی سلطنتوں کا رویہ نہایت جانبدارانہ رہا ہے۔ جس طرح انہوں نے اس حکومت کو بنایا اس طرح باوجود اس کی انتہائی شرمناک اور ذلیل حرکتوں کے اُسے قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ عرب ریاستوں کی طرف سے متعدد جائز شکایتیں کی جاتی ہیں کہ اسرائیل عارضی صلح کی شرائط کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ لیکن اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا جاتا۔ اس کے خلاف اقوام متحدہ کے کئی ایک شریک ممالک اُسے اسلحہ اور دوسری فوجی امداد بہم پہنچا رہے ہیں۔

ہماری رائے میں عربوں کو متحد ہو کر طاقت کا مقابلہ طاقت سے کرنا چاہئے۔ بجائے اس کے کہ اسرائیل کی زیادتی کے وقت اقوام متحدہ کو مراسلہ بھیجنے کے لئے مقامی ڈاکخانہ سے رجوع کریں۔ بلکہ پوری فوجی طاقت سے مقابلہ کریں۔ اور اس کو زیادتی کا مزا چکھا دیں ٭

لاہور کارپوریشن کی ہٹ دھرمی

ہمارے ملک میں اربابِ اختیار کا یہ رجحان کس قدر ترقی پا گیا ہے کہ جو کام کرنے کے ہوتے ہیں وہ کئے نہیں جاتے اور وہ کام جو نہ کئے جانے چاہئیں وہ ضرور کئے جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں کسی گوشے سے تنبیہ کی جاتی ہے تو ضد، اصرار اور ہٹ دھرمی کا وہ مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ! بادش بخیر۔ لاہور کارپوریشن بھی ایک ایسا ادارہ ہے جو اپنے مقاصد کی تکمیل میں بیشتر ناکام ہے۔ حفظانِ صحت، صفائی، شہر کی شاہراہوں کی تعمیر اور ان پر روشنی کا انتظام، ابتدائی تعلیم۔ اور عام دار المطالعوں کا قیام۔ یہ وہ شعبے ہیں جو اس ادارہ کے سپرد ہیں۔ لاہور کے شہری ناآشنا نہیں کہ مذکورہ کاموں کی تکمیل کے لئے کارپوریشن کیا کچھ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر جو سڑکیں گزشتہ سال کے سیلاب سے خراب ہو چکی تھیں اربابِ بلدیہ کو ہنوز فرصت نہیں ملی کہ ان کی طرف توجہ دے سکیں۔ البتہ گزشتہ دنوں سے لاہور کے بیچارے قصابوں کی شامت آئی ہوئی ہے۔ انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ موجودہ مذبح خانہ جو عقب مزار حضرت شیخ علی مخدوم ہجویریؒ واقع ہے۔ اسے وہاں سے ہٹا کر ملتان روڈ پر نواں کوٹ سے آگے شہر سے تقریباً سات میل پر بنایا جائے۔ قصابوں کی تکلیف کا اندازہ ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے۔ کہ روزانہ انہیں ذبیحہ لانے کے لئے کس قدر دقت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ بار برداری کا خرچ کس قدر زائد آئیگا۔ اتنی دُور سے اشیائے فروختنی لا کر وہ اپنی دُکانیں کب کھول سکیں گے۔ اور بالواسطہ شہریوں کو کتنی تکلیف ہوگی!

ہم کارپوریشن کے اربابِ حل و عقد کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ کہ قصابوں کی متعدد درخواستوں اور ہڑتال وغیرہ کے باوجود ابھی تک کوئی فیصلہ نہ ہونا ان کی ہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔ اگر عقب مزار حضرت علی مخدوم ہجویریؒ سے مذبح اُٹھنا چاہیے تو ضرور اُٹھایا جائے۔ لیکن اس کا متبادل انتظام لازمی طور پر شہر کے نزدیک ہو تاکہ قصابوں اور شہریوں دونوں کو سہولت ہو۔ مجوزہ مذبح جو نواں کوٹ سے بھی آگے ہے اُسے زیادہ سے زیادہ چوبرجی، اسلامیہ پارک، مزنگ، نواں کوٹ وغیرہ کی آبادیوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ جیسے باغبانپورہ، لاہور چھاؤنی، ماڈل ٹاؤن اور شاہدرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ مذبحے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ مطالبہ جائز اور معقول ہے۔ اور حق و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ اسے تسلیم کر لیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۱-ربیع الاول ۱۳۷۶ھ - ۲۶-اکتوبر ۱۹۵۶ء

عقد بالوالدین

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادرانِ اسلام - آپ کو یاد ہوگا - گزشتہ ایک جمعہ کے خطبہ میں میں نے عرض کی تھی کہ مسلمان نے اپنے ذمہ دس ذمہ داریاں لی ہوئی ہیں - ان میں سے چار ذمہ داریوں (عقد باللہ تعالےٰ - عقد بالرسول - عقد بالاسلام - عقد بالقرآن) کی متعلقہ تفصیل کتاب وسنۃ کی روشنی میں عرض کر چکا ہوں - آج بقیہ ذمہ داریوں کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں -

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو - اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو - اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو - اور نہ انہیں جھڑکو - اور ان سے ادب سے بات کرو - اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو - اور کہو - اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما -

آداب کا خلاصہ

(۱) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو (۲) انہیں اُف (اظہار افسوس کا کلمہ) بھی نہ کہو - (۳) انہیں ہرگز نہ ڈانٹو (۴) ان سے ادب سے بات کرو - (۵) ان کے سامنے شفقت سے عاجزانہ طور پر جھکے رہو (۶) اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ان کے حق میں رحم کی درخواست کرو -

دربار رسالت سے ماں باپ کے آداب

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ وھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ متفق علیہ

ترجمہ - عبد اللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - انسان کا اپنے ماں باپ کو گالیاں دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے - انہوں نے عرض کی - یا رسول اللہ - آیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالیاں دے سکتا ہے - آپؐ نے فرمایا - ہاں - ایک شخص دوسرے کے باپ کو گالیاں دیتا ہے - پھر وہ اس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے - اور یہ اس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے - پھر وہ اس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے -

حاصل

یہ نکلا کہ اس شخص نے دوسرے کے ماں باپ کو گالیاں دے کر اپنے ماں باپ کو گالیاں دلوائیں - تو گویا کہ اس نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں -

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رضی الرب فی رضا الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد - (رواہ الترمذی)

ترجمہ - عبد اللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - رب کی رضا (والد کی رضا) پر (موقوف) ہے - اور رب کا غصہ والد کے غصہ پر ہے -

حاصل

یہ ہے - کہ جس سے والد راضی - اس سے اللہ راضی - اور جس سے والد ناراض اس سے اللہ ناراض - اس کے بعد یہ چیز واضح ہے کہ جس سے اللہ ناراض ہو - اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا

عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یارسول اللہ ماحق الوالدین علی ولدھما قال ھما جنتک ونارک رواہ ابن ماجہ

ترجمہ - ابی امامہ رض سے روایت ہے - ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے آپؐ نے فرمایا - وہ دونوں تیرا بہشت اور دوزخ ہیں -

حاصل

یہ نکلا کہ ماں باپ کی دُعا بہشت میں پہنچا دے گی اور ان کی بد دُعا دوزخ میں ڈلوائے گی -

عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح مطیعاً للہ فی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان من الجنۃ وان کان واحداً فواحداً ومن اصبح عاصیاً للہ فی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان من النار ان کان واحداً فواحداً قال رجل وان ظلماہ قال وان ظلماہ وان ظلماہ وان ظلماہ - روی البیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ - ابن عباس رض سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - جس شخص نے صبح کی ایسے حال میں کہ والدین کے حق میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے فرمانبردار ہے تو اس کے لئے بہشت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہونگے - اور اگر (ماں باپ میں سے) فقط ایک ہے تو ایک (دروازہ) کھلا ہوا ہوگا - اور جس شخص نے والدین کے حق میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کی - تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوں گے - اگر (ماں باپ میں سے) ایک زندہ ہوگا - تو ایک (دروازہ دوزخ کا) کھلا ہوا ہوگا - ایک شخص نے عرض کی - اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں - آپ نے فرمایا - اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم

کریں۔ اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں۔ اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں۔ اگرچہ وہ دونوں اس پر ظلم کریں۔

عَنْ اَبِی بَکْرَۃَ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل الذنوب یغفر اللہ منھا ما شاء الا عقوق الوالدین فانہ یعجل لصاحبہ فی الحیوۃ قبل الممات۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب گناہوں میں سے جو اللہ چاہے۔ بخش دیتا ہے۔ مگر والدین کی نافرمانی۔ پس تحقیق نافرمانی کرنے والے کو دنیا کی زندگی میں موت سے پہلے سزا دے دیتا ہے۔

عن ابی الطفیلؓ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقسم لحماً بالجعرانۃ اذا اقبلت امرأۃ حتی دنت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لھا رداءہ فجلست علیہ فقلت من ھی فقالوا ھی امہ التی ارضعتہ۔ رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ۔ ابی الطفیلؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ ناگہاں ایک عورت آئی۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئی۔ پھر آپؐ نے اس کے لئے چادر بچھائی۔ پھر میں نے کہا۔ یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا۔ یہ آپؐ کی ماں ہے جس نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا۔

عبرت

مسلمانوں کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے آپؐ تمام نبیوں کے بھی سرتاج ہیں۔ اور آپؐ سے بڑھ کر کوئی فرشتہ بھی دربارِ الٰہی میں مقرب نہیں ہے۔ باں ہمہ ایک بدوی ماں جس نے آپؐ کو دودھ پلایا تھا۔ آپؐ نے اس کی یہ عزت افزائی فرمائی۔ کہ اپنی چادر مبارک بچھا کر ماں کو اس پر بٹھایا۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اپنی ماؤں کا یہ ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عقد بالاخوۃ والاخوات

بھائی اور بہنوں کی ذمہ داری

برادران اسلام۔ ماں باپ کے بعد نمبر اول۔ بھائی بہنوں کے حقوق ہیں۔ ان کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے۔ اور ذوی القربیٰ کے لفظ میں سبھی شامل ہیں۔ ان کے حقوق کے متعلق فرمانِ الٰہی ملاحظہ ہو۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو۔ اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ ان لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرو۔ کہ اس کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اور بے جا خرچ نہ کرو جس طرح دنیادار شادیوں میں باوجود توفیق نہ ہونے کے نام و نمود کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ قرض لے کر بھی خرچ کرتے ہیں۔ اور ایک کھانے کی بجائے کئی کئی کھانے پکاتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝

سورہ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴

ترجمہ بے شک اللہ تعالےٰ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے۔ اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ تمہیں سمجھاتا ہے۔ تاکہ تم سمجھو۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ رشتہ داروں کی خدمت کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ جو شخص اس کی تعمیل کرے گا۔ وہی عزت پائیگا۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کے غضب میں مبتلا ہو کر دوزخ میں پہنچ جائیگا۔

ارشاداتِ نبویہ

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرحم شجنۃ من الرحمن فقال اللہ من وصلک وصلتہ ومن قطعک قطعتہ۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ رحم رحمٰن کی رحمۃ کے آثار میں سے ہے۔ پس اللہ نے فرمایا ہے۔ جو تمہیں ملائے گا میں اُسے ملاؤں گا۔ اور جو تمہیں توڑے گا۔ میں اُسے توڑوں گا۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرنے والے پر اللہ تعالےٰ کی رحمت ہوگی۔ اور جو بدسلوکی کرے گا۔ وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے محروم ہوگا۔ ایسے شخص کا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہاں ہو سکتا ہے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

عن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرحم معلقۃ بالعرش تقول من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ متفق علیہ

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رحم عرش کے ساتھ معلق ہے۔ کہتی ہے۔ جس نے مجھے ملایا اُسے اللہ ملا دے گا۔ اور جس نے مجھے توڑا۔ اُسے اللہ توڑے گا۔

عقد بالزوجۃ

وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ الآیۃ سورۃ البقرہ رکوع ۲۹ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور انہیں تکلیف دینے کے لئے نہ روکو۔ تاکہ تم سختی کرو اور جو ایسا کریگا وہ اپنے اوپر ظلم کریگا۔

حاصل

یہ ہے کہ اگر بیوی سے اچھا نباہ ہو سکتا ہے تو اُسے گھر میں رکھو۔ ورنہ انہیں تکلیف دینے کے لئے اپنے نکاح میں قید کر کے مت رکھو۔ اگر ایسا کرو گے تو اپنے نفس پر ظلم کرو گے۔ جس طرح عام طور پر دنیادار کرتے ہیں۔ اور بیٹے کا نکاح دوسری جگہ کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ دونوں خاندانوں میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا ۝

سورہ النساء رکوع ۳ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں۔ تو ممکن ہے کہ تمہیں ایک چیز پسند نہ ہو۔ مگر

اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھی ہو۔

ارشادات نبویہ

عَنْ عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اکمل المؤمنین ایمانًا احسنھم خُلقًا والطفھم باھلہ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومنوں میں سے سب سے زیادہ کامل ایمان والا ان میں سے سب سے بہتر خلق والا ہے اور اپنے بال بچوں سے بہت زیادہ نرمی سے پیش آنے والا ہے۔

وَما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یّشاء الیٰ صراط مستقیم

استفتا

سوال - زید پھلوں وغیرہ کی آڑھت کی دوکان کرتا ہے۔ اور وہ اپنی اُجرت خریدار سے بھی لیتا ہے اور مالکِ مال سے بھی۔ پھر اس نقدی اُجرت کے علاوہ جو پھل وغیرہ نیلام کے ذریعہ سے فروخت کرتا ہے اس میں سے بھی کچھ نہ کچھ لیتا ہے اور اس کا نام چنگی یا جھولی رکھا ہوا ہے اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ اس طرح پر دونوں فریق سے اُجرت دلالی لینا اور مال کا مزید براں لینا درست ہے یا نہیں؟

بعینہٖ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"دونوں طرف سے آڑھت لینا جائز ہے اور پھل نکالنا اگر برضائے مالک ہے تو یہ بھی درست ہے۔"

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مبوّب ج ۱ ص ۲۰۸ (عزیز الفتاویٰ)

المجیب مصیبٌ احمد علی عفی عنہ

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں:۔

"دلّال کی اُجرت کام اور محنت کے موافق لینا اور دینا جائز ہے بشرطیکہ ظاہر کر کے رضا سے لیا جائے اور جو خفیہ طرفین سے لیا جاتا ہے وہ جائز نہیں"

فتاویٰ دارالعلوم (امداد المفتین) ج ۱ ص ۱۹۲

المجیب مصیبٌ احمد علی عفی عنہ

المستفتی حافظ سراج احمد ناظم مجلس ختم نبوت احمد پور شرقیہ

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

منعقدہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

دُنیا کے غموں سے پیچھا چھُڑانے کا نسخہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد:۔ میری معروضات کا عنوان ہے۔ "دنیا کے غموں سے پیچھا چھڑانے کا نسخہ" اس سے پہلے میں کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ انسان دنیا میں فطرۃ سلیمہ خداداد اور مادر زاد لے کر آتا ہے۔ یعنی انسان بننے کی صلاحیت مادر زاد ہوتی ہے۔ انسان بننے کے لئے مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ یہ شکل میں انسان ہوتا ہے۔ حقیقت میں انسان نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں انبیاء علیہم السلام کی تعداد ۱۲۴۰۰۰ تبلائی گئی ہے یہ سب حضرات انسان کی تربیت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ یہ حضرات انسان گر ہوتے ہیں۔ انسان بننے کی استعداد خداداد مادر زاد ہوتی ہے۔ صحیح معنوں میں انسان بنانے کے لئے اللہ تعالےٰ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتے رہے۔ اس مقدس گروہ کی آخری کڑی لیکن سب کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ

انسان دنیا میں جب آتا ہے۔ تو مصیبتوں کے نرغہ میں پھنس جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے

دریں دنیا کسے بے غم نباشد
اگر باشد بنی آدم نباشد

یہاں انسان پر غموں کا ہجوم ہوتا ہے اس قدر ہجوم ہوتا ہے۔ کہ جس کام کے لئے دنیا میں آیا تھا۔ وہی بھول جاتا ہے وہ کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ پھر ایک انسان ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے طرح طرح کے غم ہوتے ہیں۔ ان سب غموں سے نجات پانے کا نسخہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں بیان فرمایا ہے۔

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ؟

ترجمہ:۔ جس شخص نے سب غموں کی بجاء ایک غم آخرت کا لگا لیا۔ اللہ اس کے دنیا کے غم سے (چھڑانے کیلئے) کافی ہوگا۔ یعنی اس کی دنیاوی ضرورتیں اپنے فضل سے پوری فرمائے گا۔ اور یہ ان سے بے فکر ہو جائے گا

اس قسم کے انسان کو یہی فکر لگی رہیگی کہ خدا کرے میں آخرۃ میں کامیاب ہو جاؤں اس دنیا میں ایک سال کی محنت ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو سمجھدار طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔

بعض طالب علم اپنی کتابیں اور آرام کرسی بادامی باغ اور شاہدرہ لے جاتے ہیں۔ تاکہ

علیحدہ بیٹھ کر دل لگا کر پڑھ سکیں۔ ان کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے بعض غیور اور حساس طبیعتیں برداشت نہیں کرتیں اور فیل ہونے پر خودکشی کر لیتی ہیں چہ جائیکہ ۵۰ عمر سال کے امتحان میں فیل ہونے کا غم ہو یہ غم جن کو لگ جاتا ہے۔ باقی سب غم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوتے ہیں۔ جس طرح تعلیم کے دوران میں ایک طالب علم امتحان میں کامیابی کو مقصد نمبر اول بناتا ہے۔ باقی حوائج انسانی کو یا تو نظر انداز کر دیتا ہے یا ان کو نمبر ۲، ۳ اور ۴ بناتا ہے۔ یہاں سال کے بعد ہونے والے امتحانات میں تو کمپارٹمنٹ ہوتا ہے۔ مگر امتحان عمری میں کوئی کمپارٹمنٹ نہیں۔ یا جنت یا جہنم اصحاب الاعراف کے متعلق بعض حضرات کی رائے ہے۔ کہ یہ وہ لوگ ہونگے۔ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ اس کی کئی توجیہات کرتے ہیں۔ بعض کی رائے ہے۔ کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ضروری نہیں کہ اصحاب الاعراف گنہگار ہی ہوں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۗ وَمَا اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ ۙ نَارٌ حَامِيَةٌ (سورہ القارعۃ پ ۳۰)

ترجمہ۔ اور جس کے اعمال (نیک) تول میں کم ہونگے تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیا چیز ہے وہ دہکتی ہوئی آگ ہے

اس ارشاد باری تعالیٰ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نیکیاں کم ہوں گی۔ تو جہنم میں بھیج دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غموں سے نجات کا نسخہ بیان فرما رہے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک فقرہ مشہور ہے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔

ترجمہ۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کا ہو جاتا ہے۔ اس کے دنیا کے سارے غم اپنے پیٹے ڈال لیتا ہے)

لیکن یاد رکھئے۔ کہ ع گفتن و کردن فرقے دارد۔ کیا اس حدیث کے پڑھنے سے سارے غم دور ہو جاتے ہیں، اگر کیمیاگر کا نسخہ بتا بھی دے۔ تو کیا ہر شخص کیمیا بنا سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ جب تک مدت مدید تک کیمیاگر کی صحبت میں رہ کر کیمیا بنانا نہ سیکھے گا۔ نہیں بنا سکے گا۔ ہدایت کا نسخہ قرآن مجید ہی ہے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ الاٰیۃ (سورہ الاعراف رکوع ۱ پ ۸)

ترجمہ :۔ جو چیز تمہارے رب کی طرف سے۔ تم پر اتری ہے اس کا اتباع کرو۔

نسخہ یہی ہے۔ لیکن پھر بھی فرماتے ہیں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الاٰیۃ (سورہ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ :۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

یہ قال حال نہیں بنتا۔ جب تک کسی صاحب حال سے وابستہ نہ ہو۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں آتی ہے۔ جو ہمارے ہاں میٹرک کے درجہ کی کتاب ہے۔ سب اس کو پڑھ کر آتے ہیں۔ لیکن حال صاحب حال سے آتا ہے۔ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم فرماتے ہیں۔ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اسی کو فارسی میں کسی نے یوں بیان کیا ہے۔

آنچہ از دل مے خیزد۔ بر دل می ریزد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو بالکل ٹھیک ہے۔ صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذٰلک من الشٰھدین۔ ہمارا اللہ تعالیٰ بھی سچا۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی سچے ہیں لیکن کیا سارے دستار فضیلت بندھوانے کے بعد اس حدیث کے عامل ہو جاتے ہیں۔ نسخہ ٹھیک ہے۔ لیکن جب تک کامل سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی تین تاروں کے ذریعہ تعلق نہ ہوگا۔ یہ قال حال نہیں بنتا۔ بعض صوفیاء کرام کہتے ہیں۔ کہ شیخ کامل معشوق اور طالب صادق عاشق ہوتا ہے۔ یہ نسل آ رہی ہے۔

اب میں عام فہم الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ جب لڑکی جوان ہو جاتی ہے۔ تو اللہ والے اس کو امانت سمجھتے ہیں۔ اگر دیندار داماد مل گیا۔ تو نکاح کر کے اس کے ساتھ رخصت کر دیتے ہیں۔ وہ غم نہیں لگاتے۔ دنیا دار غم لگا لیتے ہیں۔ وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے جہیز کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ۲۱ تیور اور ۲۱ بیور تیار کرنے ہیں۔ سرگودھا کی طرف تو ۲۱ گائے۔ ۲۱ بھینس۔ ۲۱ لحاف۔ ۲۱ تلائی۔ اور ۲۱ چارپائیاں بھی دیتے ہیں۔ یہ درد سر نہیں تو اور کیا ہے

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہئے
اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

بیٹے کے لئے وری اور بیٹی کے لئے جہیز کی فکر ہوتی ہے۔ اودھر بھی ناک کٹنے کا ڈر ہوتا ہے اور ادھر بھی۔

جب تک صاحب حال کا دامنگیر نہ ہو ان باتوں کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ ع۔ بلے سیوہ زنبوہ رنگ گیرد

جب خدا کو راضی کرنے کا غم لگ جاتا ہے۔ پھر رات دن یہی فکر رہتی ہے۔ پھر اللہ ہو زیادہ کریں گے۔ تو اس ارشاد باری کے تحت غم دور ہو جائیں گے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ الرعد رکوع ۴ پ ۱۳)

ترجمہ :۔ خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

اور جو اس نسخہ سے بے خبر ہیں۔ ان پر پنجابی کی یہ ضرب المثل صادق آتی ہے۔ بڑا سداون بڑا دکھ پاون۔ بڑا بننے کے لئے بڑے ساز و سامان جمع کرنے پڑتے ہیں۔ پھر یہ ہوگا ع۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ زمینداروں سے پوچھئے۔ پہلے ایک مربع حاصل کرنے کے لئے کتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ پٹواری۔ قانونگو۔ نائب تحصیلدار۔ تحصیلدار۔ مال افسر اور ڈپٹی کمشنر کی کتنی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ ملنے کے بعد پھر اس کو آباد کرنے کی فکر لگ جاتی ہے۔ پہلے پانی چاہیے۔ پھر مزارعین چاہئیں مزارعین کے سر پر ڈنڈا لے کر کھڑا ہونا پڑیگا کھیتی خصماں سیتی۔ ایک مزارعہ آکر کہتا ہے۔ میرے پاس ایک بیل ہے۔ آپ دوسرا دیجئے اس کی قیمت میرے حصہ میں سے کاٹ لیجئے گا دوسرا آتا ہے۔ میرے پاس بیلوں کی جوڑی تو ہے۔ مگر میرے پاس ان کو کھلانے کے لئے چارہ نہیں ہے۔

ہادی مل جائے۔ تو وہ سکھلائے گا۔ کہ بیٹا۔ نظر بر قدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن ہوش در دم۔ کوئی سانس اللہ تعالےٰ کی یاد کے بغیر نہ نکلے۔ کوئی قدم زمین پر اللہ کی یاد کے سوا نہ پڑے۔ وطن بیٹھے ہوئے یوں سمجھو۔ کہ بارگاہ الٰہی کی طرف قدم بڑھائے جا رہے ہیں بظاہر سب کے ساتھ رہو مگر دل صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہو۔ یہ سبق پکا ہو جائے گا۔ تو دل اسباب دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ تاجر پیشہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ دو کانوں میں زیادہ مال ہوگا۔ تو چین نصیب ہوگا۔ آپ کو یاد ہوگا تقسیم سے پہلے جب کپڑے کے بھاؤ یک لخت گر گئے تھے۔ تو امرتسر کے کپڑے کے کئی بیوپاریوں نے خودکشی کر لی تھی۔

پہلے انبیاء علیہم السلام اس قال کا حال بنانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ اب حضورؐ کے بعد نبی تو کوئی نہ آئے گا۔ اب اللہ والے آئیں گے۔ ان کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہوگا اس قسم کے تربیت یافتہ لوگ جب دنیا سے

رخصت ہوتے ہیں۔ تو ان کے پاس ملائکہ عظام اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ پیغام لاتے ہیں یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة (سورہ فجر رکوع ۱ پ ۳۰)

ترجمہ:۔ (ارشاد ہوگا) اے اطمینان والی روح اپنے رب کی طرف لوٹ چل

دنیادار سمجھتے ہیں۔ کہ اسباب دنیوی کی بہتات سے غم دور ہوں گے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ اسباب دنیوی کی بہتات سے غم دور نہیں ہوں گے۔ بلکہ زیادہ ہوں گے۔ اللہ والے یادِ الٰہی میں خود مست رہتے ہیں جو آتا ہے۔ اس کو اللہ کا نام سکھا دیتے ہیں۔ پھر ان کے پاس رزق چاروں طرف سے آتا ہے۔ وہ قال اللہ وقال الرسولؐ کا حال بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس لائن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاالٰہ العالمین۔ اس طرف آیئے پھر یہ رنگ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اس قسم کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں۔ وہ اسلام کے حال کے نمونے ہوتے ہیں۔ اگر اس قسم کے نمونے نہ ہوتے۔ تو ہم کہاں سے دکھلاتے۔ اس صورت میں اسلام فیل ہوجاتا اب ہم نمونے دکھلا سکتے ہیں۔

حضرت امروٹی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک زمیندار ۱۰۰۵ روپیہ کی تھیلی لایا۔ اور ان کے حضور میں پیش کرکے عرض کی۔ کہ حضرت! آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں آپ کی مدد کے لئے لایا ہوں۔ حضرتؒ عالم بھی تھے۔ بگڑ گئے اور فرمایا لے جاؤ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ مجھے اللہ کی مدد کافی ہے۔ اس کے بعد اس نے بہت منت خوشامد کی اور معافی بھی مانگی۔ مگر حضرتؒ نے ایک دھیلہ بھی نہ رکھا۔ اللہ والوں کا بھروسہ دولت پر نہیں اللہ تعالےٰ پر ہوتا ہے۔ سندھی میں ایک ضرب المثل ہے۔ کہ جس چوہے کا گھر خراس میں ہو۔ اس کو باہر سے اناج لانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ والوں کا بھروسہ چونکہ اللہ تعالےٰ پر ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو غیر اللہ کی امداد کی ضرورت نہیں رہتی۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے اور آپ کو حضورؐ کے بتلائے ہوئے اس نسخہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاالٰہ العالمین

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ غُلَامًا یَهُوْدِیًّا كَانَ یَخْدُمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَوَجَدَ اَبَاهُ عِنْدَ رَاْسِهٖ یَقْرَءُ التَّوْرٰىةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا یَهُوْدِیُّ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ عَلٰی مُوْسٰی هَلْ تَجِدُ فِی التَّوْرٰىةِ نَعْتِیْ وَصِفَتِیْ وَمَخْرَجِیْ قَالَ لَا قَالَ الْفَتٰی بَلٰی وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا نَجِدُ لَكَ فِی التَّوْرٰىةِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اَقِیْمُوْا هٰذَا مِنْ عِنْدِ رَاْسِهٖ وَلُوْا اَخَاكُمْ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: اور روایت ہے انس سے تحقیق ایک لڑکا یہودی خدمت کرتا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پس بیمار ہوا۔ وہ پس آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی عیادت کو پس پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے باپ کو نزدیک سر اُس کے کہ پڑھتا تھا۔ توریت یعنی کچھ توریت میں سے پڑھتا تھا جیسے کہ پڑھی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں سورہ یٰسین حالت نزع میں پس فرمایا اُس کے باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے یہودی پوچھتا ہوں میں اور قسم دیتا ہوں تجھ کو اُس خدا کی کہ اتاری توریت موسیٰ پر آیا پاتا ہے تو توریت میں نعت میری اور صفت میری اور نکلنا میرا یعنی ہجرت کرنا میرا مکہ سے مدینہ کو یا مخرج بمعنی بعث کے ہو یعنی نبی ہونا میرا یا زمان یا مکان اُس کا اور نعت اور صفت کے معنی ایک ہی ہیں۔ گویا کہ مراد نعت سے صفات ذاتی باطنی ہیں اور صفت سے صفات ظاہری کہا اُس یہودی نے کہ نہیں پاتا ہیں کہا اُس لڑکے نے مقرر ہے قسم خدا کی اے رسولخدا کے بلا شبہ ہم پاتے ہیں آپ کے لیے توریت میں نعت آپ کی اور صفت آپ کی اور نکلنا آپ کا اور بلا شبہ میں گواہی دیتا ہوں۔ یہ کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بلا شبہ تم رسول ہو خدا کے پس فرمایا آنحضرت نے اپنے یاروں کو کہ اٹھا دو اُس کے باپ کو اس کے سر کے پاس سے اور والی ہو تم اپنے بھائی کے یعنے اس اسلام کے بھائی کے اور تجہیز وتکفین وغیرہ کا تم سر انجام کرو نقل کی یہ بیہقی نے کتاب دلائل النبوۃ میں

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفِیْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ یَا بُنَیَّ لَوْ رَاَیْتَهٗ رَاَیْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ

ترجمہ۔ ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں۔ میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہم سے بیان کرو۔ انہوں نے کہا بیٹا اگر تو آپ کو دیکھتا تو اس طرح دیکھتا کہ گویا آفتاب نکلا ہوا ہے یعنی آپ کے چہرہ کی آب وتاب اور رعب و دبدبہ آفتاب کے مانند تھا۔

(دارمی)

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ اِضْحِیَانٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

ترجمہ۔ جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۔ کبھی آپؐ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاند کی طرف۔ آپ اس وقت سرخ لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور میرے نزدیک آپ کا حسن وجمال چاند سے بہتر تھا۔ (ترمذی۔ دارمی)

مسدس

اصلاح کالج

(از حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی)

(۷)

بسلسلہ اشاعت ۱۲- اکتوبر "خدام الدین" لاہور)

رہیں مطمئن اور سکوں بھی ہو حاصل دلوں میں ہو قوت بشاشت ہو کامل
پریشانیوں سے نہ گھبرا سکے دل مصائب میں دل ہو کہ پتھر کی ہو سل
خدا سے جو ہر وقت اک لو لگی ہو
تو پھر زندگی کیف کی زندگی ہو

پرانے پھٹے کپڑے اور علم ہو خوب گھٹاؤں میں سورج کی مانند محجوب
ضروری ہے زینت جو ہو شکل محبوب اگر علم ناقص ہے فیشن ہے مرغوب
جو موتی ہے وہ سیپیوں میں چھپا ہے
جو ہیرا ہے وہ گدڑیوں میں ٹکا ہے

یقیں جانئے علم ہے نور ذہنی حقیقت مجھے آپ سے اب ہے کہنی
جو نورانیت اس میں ہو رہنی سہنی ہو ایمان جڑ اور علم اس کی ٹہنی
قوی جڑ ہو پودہ بھی بھرپور ہوگا
تو پھر علم نور علےٰ نور ہوگا

ادھر قابل غور یہ ماجرا ہے ہمیں پر یہ اتنا اثر کیوں پڑا ہے
نہ یورپ کا رنگ ہندوؤں نے لیا ہے نہ سکھوں نے کوئی تغیر کیا ہے
بدلتا ہے بالکل تو صرف اک مسلماں
اور اس درجہ جلدی کہ ہے عقل حیراں

یہ ایمان اب تک جو کچھ مضمحل تھا مسلمان دل اس سے بھی مشتعل تھا
اسی کے طفیل اس کا وہ ذہن و دل تھا جو کافر تھا اس کے مقابل خجل تھا
جو ہو جائیگا نور ایمان کامل
تو کب ہوگا دنیا میں اس کا مماثل

مگر بات یہ ہے کہ ایماں کا جوہر پڑے گرچہ کئے اس پہ پردے برابر
وہ قوت وہ اسٹیم ہے سب سے بڑھ کر کہ دنیا میں کوئی نہیں اس کا ہمسر
یہ ہے تیز گاڑی جو الٹی چلی ہے
جو ہو جائے سیدھی تو پھر تیز ہی ہے

نظام و نصابات اب تک تو وہ تھے کہ پڑھ کر مسلمان تک تھے بہکتے
ضرورت ہے، اب ہوں نصاب ایسے ایسے کہ کافر بھی ہو جائے مسلم جو پڑھ لے
کہ ہے علم نور اور ہے کفر ظلمت
رہے نور در نور میں کب کدورت

سنور جائیں اسکول کالج ہمارے تو اس آسماں کے چمک آئیں تارے
سنور جائیں گے پھر مسلمان سارے کہ ملتے انہی کے تھے ان کو سہارے
یہ ہوگا تو ہاں ملک پھر پاک ہوگا
جو ہے خاک وہ رشک افلاک ہوگا

بھلا فیشن اور علم میں جوڑ کیا ہے وہ چھلکا ہے یہ مغز کا اک مزا ہے
اگر مغز کڑوا ہے چھلکا بھلا ہے تو بادام آخر وہ کس کام کا ہے
وہ اخروٹ چلغوزے ہیں پر حلاوت
کہ چھلکے سے ہوتی ہے دونوں کے نفرت

پولس فوج کے آدمی ہوں مسلماں مزارع ملازم قلی ہوں مسلماں
یہ حکام اور دفتری ہوں مسلماں عوام اور سب کالجی ہوں مسلماں
مسلمان سیرت مسلمان صورت
عبادت سے نور الٰہی کی مورت

وادی مکہ پر مہتاب رسالت کی کریمانہ جھلک

(از جناب محمد صابر صاحب مسجد لائن والی شیرانوالہ دروازہ لاہور)

یارب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

باوجود مضمون نگاری کی ناقابلیت۔ لاعلمی۔ کم فہمی۔ کوتاہ نظری اور نااہلی کے خصائل شمائل کے سلسلے میں رسالت کے مہتاب عالم تاب کی تنویر و تابانی کو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں کہ جس کی برقی طاقت آج سے چودہ سو سال کے بعد زمانی کے باوجود بھی اپنی شعاعوں سے اہل باطن حضرات کے قلوب کو (جو کہ سینوں میں محجوب و مستور ہیں) منور کئے جا رہی ہے۔ اور جہاں تک حسن کردار کا تعلق ہے ان حضرات کا ہر رگ و ریشہ ہر روز اور ہر گھڑی سراجاً منیرا کی چمک دمک کو منصۂ شہود پہ لا کر ہم جیسے کور باطنوں کے لئے مشعل راہ بنتا ہے۔ تاکہ ہم لوگ ریاکاری سے بچ کر عشق رسولؐ کی مئے حقیقی کو اپنے قلوب میں محفوظ رکھیں۔ اور ہم میں اس کی برکت سے قابلیت صدیق اکبرؓ۔ عدل فاروق اعظمؓ حلم عثمان غنیؓ اور فقر حیدر کرارؓ کے انوار پیدا ہو سکیں۔ اور ہم میں وہ پختگی نظر آئے کہ شیطان لعین ہم پر دام تزویر ڈالنے سے مایوس ہو جائے۔ یاد رہے۔ ایسے موقعوں پر ریا (شرک اصغر) سے بچنے کا پورا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ عید میلاد تو ایک طرف ہر عمل ریا سے تباہ ہو جاتا ہے۔

بندہ نے صحیح عید میلاد النبی منانے کا پروگرام پچھلے سال شمارہ ۲۴ میں بعنوان حقیقی عید میلاد النبی عرض کیا تھا اسے ملاحظہ فرمائیں۔

خلق عظیم کے چند ہمدردانہ کارنامے سپرد قلم کرتا ہوں تاکہ قیامت کے روز (حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں کی طرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ثناخوانوں میں مجھ جیسے ناکارے کا بھی نام آ جائے۔ ارشاد خداوندی وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ۔ اور بے شک آپ بہت بلند اخلاق سے دائز المرام ہیں۔

جس ہستی کو رب العزت خلق عظیم کے تمغے سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اخلاق حمیدہ کی دنیا کے کسی گوشے میں تلاش کرنے سے بھی نظیر نہیں مل سکتی۔ لیکن آج نئی دنیا میں جب تہذیب و اخلاق کا سوال ہوتا ہے تو نئی روشنی کے مسلمانوں کی نگاہیں یورپین تہذیب پر اٹھتی ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ جدید تعلیم نے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس مشعل ہدایت کی کرنوں سے مستفیض ہونے والے بزرگوں کے کارناموں کو جھانکنے کی فرصت ہی نہیں لینے دی۔ بلکہ جدید اور قدیم فلاسفروں کی ہسٹریوں کے مطالعہ میں محو رکھا جن کے زبانی جمع خرچ کی داستانیں عملی قدم اٹھانے کی بجائے صرف قلم کی مرہون منت ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آئیے سایۂ دامان رحمت کی وسعت کا اندازہ کریں۔ فتح مکہ کے وقت (جو لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے ان کے متعلق) فوج کو ہدایات دیتے ہوئے احکام رحم صادر فرماتے ہیں۔

۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
۲۔ جو شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
۳۔ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
۴۔ جو شخص ابو سفیانؓ کے گھر جا رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
۵۔ جو شخص حکیم بن حزامؓ کے گھر جا رہے اُسے قتل نہ کیا جائے۔
۶۔ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔
۷۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
۸۔ اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

حالانکہ مکہ والوں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ کرایا تھا۔ سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔ جنہوں نے بارہا مدینے پر چڑھ کر کے مسلمانوں کو (۳۰۰ میل پرے چلے جانے کے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا۔ حضرت خبیبؓ جیسے عاشق رسول کو دردانگیز اور المناک طریقے سے شہید کیا۔ لیکن جب مکہ فتح ہوتا ہے تو صرف ابن خطل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لئے قتل کر دیا کہ وقت پر کھانا نہیں تیار کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا۔ چونکہ مرتد کی سزا ہی قتل تھی۔ اس لئے اس کو قتل کیا گیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ سابقہ سلوک کا اس سے بدلا نہیں لیا گیا تھا۔ باقی تمام واقعات پر غور کر کے دیکھا جائے تو قابل صد فخر یہ چیز ہے کہ رحمۃ للعالمین کی سیرت میں انتقامی جذبے کو کوئی دخل نہیں تھا۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

یعنی جاہ و جلال کے ہوتے ہوئے تواضع اور انکساری نیکی کا کام ہے۔ محتاج اور سائل کی تو فطرت میں ہی عاجزی ہوتی ہے

رسول خدا کو شفیقانہ انداز میں محض خلق خدا کی رہبری اور دین اسلام کی بلندی و برتری ہی مدنظر تھی۔ اگرچہ کفار کے ظلم و استبداد کا پیمانہ یہاں تک لبریز تھا کہ جس کا نقشہ مالک الملک عزّ اسمہٗ یوں بیان فرماتے ہیں۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ۔ سورہ انفال رکوع ۴ پارہ ۹

ترجمہ۔ اور جب خفیہ تدبیر کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا وطن بدر کر دیں۔

لیکن نبی الرحمۃ کی خلق خدا پر دونوں جہاں میں ہمدردی کا پیمانہ یوں چھلکتا ہے کہ جس کا بیان رب الرحیم کی طرف سے واضح ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔

سورہ کہف رکوع ۱ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ پھر شاید تو ان کے پیچھے افسوس سے اپنی جان ہلاک کر دیگا۔ اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے۔

سو دیکھئے حضورؐ کے اقربا اور آپؐ کی ذات پر وار کرنے والوں کے ساتھ بھی خلق عظیم سے موجزن دریا دلی کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ ہبار کو بھی معافی دی گئی جس نے سیدہ زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں نیزہ مارا اور گرا دیا۔ اس صدمے سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور بالآخر اسی صدمے سے انہوں نے وفات پائی۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ربیع الاوّل شریف کی اہمیت

(از مولانا احمد صاحب فاضل دیوبند ایم۔ اے لکھنؤ)

گزشتہ سے پیوستہ

ہجرت

۸- ربیع الاوّل کو آپؐ یثرب کے قریب قبا نام ایک بستی میں آئے اور چودہ دن وہاں ٹھہر کر ۲۲- ربیع الاوّل کو یثرب پہنچے- جو مدینۃ النبی (نبی کا شہر) یا صرف مدینہ کہلانے لگا۔

تمام مدینہ پہلے ہی آپؐ کا منتظر تھا۔ آفتاب رسالت کی کرنوں کے نمودار ہوتے ہی فضا جگمگانے لگی- توحید و تکبیر کے نعروں سے در و دیوار گونج اُٹھے- ہر گھر میں عید ہوگئی- مدینہ میں اس سے پہلے کبھی ایسی خوشی نہیں منائی گئی تھی- انصار کی لڑکیاں دف بجاکر اشعار گا رہی تھیں-

اشرق البدر علینا   واختفت منہ البدور
مثل حسنک ما رأینا   قط یا وجہ السرور

یعنی ہم پر ایسا ماہ کامل چمکا ہے جس کے سامنے دوسرے تمام چاند ماند ہوگئے- اے مسرت کے چہرے ہم نے تیرا جیسا حُسن کبھی نہیں دیکھا-

گلے بشگفت جاں پرور دریں باغ
کہ بوئش صد گلستاں را کند داغ
ازیں شمشاد بن کازاد برخاست
زہفت اختر مبارک باد برخاست
نشاط آویخت با تار ترانہ
نوا پیچید در مغز زمانہ

انصار شمع رسالت کے گرد پروانوں کی طرح جمع تھے اور ہر شخص کی آرزو تھی کہ اسے آپؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو- آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنی اُونٹنی کی نکیل چھوڑے دیتا ہوں- یہ جہاں ٹھہرے گی میں وہیں قیام کروں گا- چنانچہ آپ حضرت ابو ایوب انصاری کے مہمان ہوئے-

اب مکّہ کی بجائے مدینہ اسلام کا مرکز اور پیغمبر اسلام کا صدر مقام بن گیا- اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے- اللہ تعالےٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا جاتا ہے تو وہ بڑھتی ہے- ان شکرتم لازیدنکم- لیکن ناشکری اور ناقدری سے چھن جاتی ہے- ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم- اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے-

اللہ تعالےٰ نے اہلِ مکّہ پر وہ احسان کیا جو دُنیا کی کسی قوم پر نہیں کیا تھا- اور ان کو اپنی سب سے بڑی نعمت عطا کی تھی یعنی ....

رسولِ اکبر- خیر البشرؐ کو ان میں مبعوث کیا تھا- ان کو چاہیئے تھا کہ اس عزت افزائی کی قدر کرتے- ....

لیکن ان کور باطن بدبختوں نے اس سے منہ پھیر لیا- جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اللہ تعالےٰ نے یہ دولت ان سے لے کر اہلِ مدینہ کو دے دی جو اس کے قدردان تھے-

مدینہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرامؓ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہُوا- کفارِ مکّہ بار بار آپ پر فوج کشی کرتے تھے- مدینہ کے منافقین آپؐ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے- اور یہود بھی آپؐ کے دشمن تھے- لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ واللہ یعصمک من الناس (اللہ آپؐ کو لوگوں سے بچائیگا) کے بموجب ان کی پھونکوں سے اپنے چراغ کو بجھنے نہ دیا- اسلام کے آفتاب جہاں تاب کی تاب نہ لاکر کفر کی تاریکی روپوش ہوگئی- ہر مخالفت کا قلع قمع ہوگیا- باطل سرنگوں ہوگیا- کعبہ بُتوں کی لعنت سے پاک ہوگیا- اور عرب کی زمین ہو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کی مصداق بن گئی ؎

بلے ہر جا شود خور آشکارا
سُہارا جز نہاں بودن چہ یارا

آپؐ کی تعلیم و تربیت سے اہل عرب کی کایا پلٹ گئی- جو سب سے زیادہ مشرک تھے سب سے بڑے مواحد بن گئے- جو سب سے زیادہ فاسق و فاجر تھے سب سے زیادہ با اخلاق اور با خدا بن گئے- جو سب سے زیادہ جاہل تھے- تمام علوم و فنون میں دُنیا کے اُستاد بن گئے- جو سب سے زیادہ ذلیل اور محکوم تھے سب سے زیادہ با عزّت اور سب سے بڑے حاکم بن گئے- جو سب سے زیادہ بے رحم تھے سب سے زیادہ رحمدل بن گئے- جو کمزوروں پر ظلم کیا کرتے تھے ان کے حقوق کے محافظ بن گئے- جو ہر بات پر آپس میں لڑا کرتے تھے- شیر و شکر ہوگئے- دُنیا میں حکومت الٰہیہ کی بنیاد رکھی گئی- چشم فلک نے اتنا بڑا عالمگیر انقلاب کبھی نہ دیکھا تھا- اور کوئی پیغمبر ایسا کامیاب نہ ہُوا تھا- جو کام پوری قومیں سینکڑوں ہزاروں برس میں بھی نہ کرسکی تھیں وہ ایک امی عرب نے چند سال میں کر دکھایا- یہ ہمارا دعوےٰ نہیں ہے بلکہ غیر مسلم مورخوں کا اعتراف ہے-

آخر آپؐ نے اپنے رب کی طرف سے دُنیا کو یہ مژدہ جانفزا سُنایا- الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا- (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا- اور تم پر اپنا انعام پُورا کر دیا- اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا) جو اس بات کا اعلان تھا کہ آپؐ اپنا فرض منصبی پورا کرچکے ہیں- لہٰذا اب رخصت ہونے والے ہیں-

وفات

صفر ۱۱ھ کے آخر میں آپؐ کو تیز بُخار چڑھا جو کسی طرح نہ اُترا- صفر کا مہینہ ختم ہوگیا- اور ربیع الاوّل کے مہینہ نے ندا دی- ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ...... کل من علیھا فان .... کل نفس ذائقۃ الموت یعنی محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں- آپؐ سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں- لہٰذا آپؐ کو بھی گزرنا ہے .... کائنات کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے ..... ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے-

بُخار کی وجہ سے ضعف اتنا بڑھا کہ مسجد میں آنے سے معذور ہوگئے- اور حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم دیا- تمام صحابہؓ آپؐ کی جُدائی کے تصوّر سے بے قرار تھے-

بروز دو شنبہ ۱۲- ربیع الاوّل کو آپؐ نے حضرات فاطمہؓ- حسنینؓ وازواج مطہراتؓ کو تسلّی دی- اور نصیحت فرمائی اور آسمان کی طرف دیکھ کر دُعا کی اللھم الرفیق الاعلیٰ- طائر روح نے جسد طاہر سے نکل کر باغ قدس کی طرف پرواز کی- ؎

بمردند و ہر وند نیکی بسے
چنیں نیکنامی نبردہ کسے

زہے نیکنامی کہ تا ایں زماں
چو خورشید روشن بود نام شاں
بباغ جہاں تخم نیکی بکشت
بر آں گرفت از ریاض بہشت
روانش ہمیشہ ز حق شاد باد
از و عالم قدس آباد باد

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

دُنیا کی تمام قومیں کسی نہ کسی طرح اپنے بزرگوں کی یادگاریں قائم کرتی ہیں۔ اور ان کے کارنامے بیان کر کے ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی سی صفاتِ حمیدہ پیدا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ یہود۔ ہنود۔ مجوسی۔ مسیحی۔ بودھ۔ مسلمان وغیرہ اپنے اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بگڑی ہوئی نوعِ انسانی کی اصلاح کے لئے ربیع الاوّل میں تشریف لائے۔ اسی ماہ میں آپ نے وسیع پیمانہ پر یہ کام شروع کیا اور اسی ماہ میں اپنی بعثت کا مقصد پورا کر کے اس عالمِ فانی سے رخصت ہوئے۔ اس لئے اس ماہ مبارک میں آپ کے مقدس اور بے نظیر کارناموں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ دین کے دوسرے کاموں کی طرح یہ میلادی مجلسیں بھی محض رسم و رواج بن گئی ہیں اور ان کی روح فنا ہو گئی ہے۔ اکثر مجلسوں میں فضول قصّے بے اصل روایتیں اور موضوع حکایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ اور بے فائدہ غزل خوانی اور قوالی کی جاتی ہے۔ بہت لوگ صرف ثواب اور برکت کی نیت سے یہ مجلسیں کرتے ہیں اور اس بات کا احساس بھی نہیں کرتے کہ اس مبارک مہینے میں نازل ہونے والے نے ہم کو کیا دیا تھا۔ اور کس لئے دیا تھا۔ اور آج وہ ہمارے پاس ہے بھی یا نہیں۔ اور اگر ہے تو ہم کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئیے اور ہم کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اور ہم پر آپ کے کیا حقوق ہیں۔ اور کیا سال میں ایک دو بار آپ کا ذکر کرنے ہی سے یہ حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔

ہماری زبانیں آپ کے عشق کا دعوےٰ کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے اعمال آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ آپ جسمانی حیثیت سے ہم میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن آپ کا اسوہ حسنہ قرآن کی شکل میں ہمارے پاس ہے جس کے متعلق آپ کی وصیّت ہے۔ کہ میں تم کو ایک ایسی چیز دیئے جاتا ہوں جس پر قائم رہ کر تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ہم اس کی عزّت کرتے ہیں لیکن عمل کے لحاظ سے اسے بھول چکے ہیں۔ ہماری زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ ہمارے اعمال۔ اخلاق۔ اطوار۔ سیاست۔ معاشرت۔ حکومت اور تمدّن اس سے بیگانہ ہیں۔ ہم اسے صرف تبرک سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اپنی پوری زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم اس ہادیِ اعظم کی عزت و ناموس پر خون بہانے کو تیار ہیں مگر اپنی گمراہی اور بدعملی سے اس کو بدنام کر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ربیع الاوّل کی بے رُوح اور رسمی محفلیں ہم کو کیا فیض پہنچا سکتی ہیں۔ جس نعمت کو ہم ٹھکرا رہے ہیں۔ اس پر خوشی منانی کہاں کی عقلمندی ہے۔ حکیم اور اس کے دیئے ہوئے نسخے کا ذکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس نسخہ کو اس حکیم کی ہدایت کے مطابق استعمال نہ کیا جائے۔

مسلمانوں کو دُنیا کا رہنما اور سردار بنایا گیا تھا۔ کذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ (اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی راہ پر چلنے والی امت بنایا۔ تاکہ تم لوگوں کے گواہ بنو۔ اور رسول تمہارا گواہ بنے) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی تاکہ تم ان کو نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو) لیکن انہوں نے اپنی اس حیثیت کو فراموش کر دیا اور اس حبل اللہ (اللہ کی رسّی یعنی قرآن) کو جس نے ان کو فرش سے اُٹھا کر عرش پر پہنچا دیا تھا؛ چھوڑ کر تباہی کے گڑھے اور اندھیرے غار میں گر پڑے دوسروں کی اصلاح کرنے کی بجائے خود قابلِ اصلاح بن گئے۔ ان کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کے گھر میں خزانہ مدفون ہو لیکن اس کو خبر نہ ہو۔ اور وہ در بدر ایک ایک کوڑی بھیک مانگتا پھرتا ہو۔

اب بھی موقع ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قانون بدلا نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "لایومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ" (تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہش کو میرے لائے ہوئے پیغام کے تابع نہ کر دے) کے بموجب قرآن کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کی کسوٹی بنائیں۔ اپنی زندگی کے ہر یوم کو یوم نبی سمجھیں اور اپنے عمل سے لوگوں کو بتائیں کہ ہمارا پیغمبر ایسا تھا۔ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔ اور وبشر المومنین بان لہم من اللہ فضلا کبیرا کے مصداق بن جائیں۔

بلغ العلےٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ
صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ) وادی مکّہ پر جنابِ رسالت کی کرم کی جھلک صفحہ ۱۵ سے آگے

حضورؐ جب لشکر کشی کر کے مکّہ جا رہے تھے۔ تو راستہ میں ابوسفیان کو بھی معافی مل گئی۔ جو کہ فتح مکّہ تک مشرکین کے ظالموں کے سرغنہ رہے۔ ان کی بیوی ہندہ کو بھی معافی دے دی گئی تھی۔ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا تھا۔ ان کی ناک کان کو کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

فتح کے دوسرے روز حضورؐ کو طواف کرتے ہوئے فضالہ بن عمیر کا ارادہ ہوا کہ قتل کر ڈالے۔ تو حضورؐ نے فرمایا تم دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے۔ فضالہ نے کہا۔ کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ حضورؐ سنکر ہنس دیئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرما کر اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ فضالہ کا بیان ہے کہ میرے دل میں ایسا اطمینان ہوا اور آپ کی محبت قلب میں گھر کر گئی۔ کہ آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی محبوب نہ رہا۔ جو لوگ دیدہ دہنی سے کہہ جاتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے ان کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا مسکت جواب ہو سکتا ہے۔ کہ نہ صرف مکّہ فتح ہوا بلکہ خلقِ محمدی اور ابرِ عفو و کرم نے اہل مکّہ کے دلوں کو بھی فتح کر لیا تھا۔ دُعا ہے کہ اے اللہ ہم گنہگاروں کو بھی جنابِ رسالت کی شعاعوں میں سے اخلاقِ حمیدہ کے درخشاں موتی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

حضرت مریمؑ کی والدہ کا ذکر

ان بی بی کا نام حنّہ ہے عمران ان کے میاں کا نام ہے۔ جو والد ہیں حضرت مریم علیہا السلام کے۔ حنّہ کو حمل رہا تو انھوں نے اللہ میاں سے منّت مانی کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اُس کو مسجد کی خدمت کے لئے چھوڑ دوں گی۔ یعنی دُنیا کے کام اس سے نہ لوں گی۔ اُن کا گمان یہ تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ کیونکہ مسجد کی خدمت لڑکا ہی کر سکتا ہے۔ اس زمانہ میں ایسی منّت درست تھی۔ جب بچّہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو لڑکی پیدا ہوئی۔ افسوس سے کہا کہ اے اللہ یہ تو لڑکی ہوئی۔ حکم ہُوا کہ یہ لڑکی لڑکوں سے بھی اچھی ہوگی۔ اور خدا نے اس کو قبول کیا۔ غرض حضرت مریم اس کا نام رکھا۔ اور اُنھوں نے اُن کے لئے یہ دُعا کی کہ اُن کو اور ان کی اولاد کو شیطان سے بچائیو۔ چنانچہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ شیطان[2] سب بچّوں کو پیدا ہوتے وقت چھیڑتا ہے مگر حضرت مریم اور اُن کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو نہیں چھیڑ سکا۔ **فائدہ**۔ دیکھو اُن کی پاک نیّت کی کیسی برکت ہُوئی کہ خدائے تعالےٰ نے کیسی پاک اولاد دی۔ اور خدائے تعالےٰ نے اُن کی دُعا بھی قبول کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اُن کی بڑی خاطر منظور تھی بیبیو پاک نیّت کی ایسی برکتیں ہوتی ہیں۔ ہمیشہ اپنی نیت خالص رکھا کرو۔ جو نیک کام کرو خدا کے واسطے کرو۔ تمہاری بھی اللہ میاں کے دربار میں قدر ہو جائے گی

حضرت مریم[1] علیہا السلام کا ذکر

اُن کے پیدا ہونے کا قصّہ ابھی گزر چُکا ہے۔ جب یہ پیدا ہو چکیں تو اُن کی والدہ اپنی منت کے موافق اُن کو لے کر بیت المقدس کی مسجد میں پہنچیں اور وہاں کے رہنے والے بزرگوں سے کہا کہ یہ منّت کی لڑکی لو۔ چونکہ بڑے بزرگ خاندان کی تھیں سب نے کہا کہ میں لے کر پالوں۔ اُن میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے۔ وُہ حضرت مریمؑ کے خالو ہوتے تھے۔ یوں بھی اُن کا حق زیادہ تھا مگر پھر بھی اُن لوگوں نے اُن سے جھگڑا کرنا شروع کیا۔ جس فیصلہ پر یہ سب راضی ہوئے تھے اس میں بھی یہی بڑھے رہے۔ آخر حضرت زکریا علیہ السلام نے اُن کو لے کر پرورش کرنا شروع کیا۔ اُن کے بڑھنے کی یہ حالت تھی کہ اور بچّوں سے کہیں زیادہ بڑھتی تھیں۔ یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں سیانی معلوم ہونے لگیں۔ اور ویسے بھی بچپن ہی سے مادر زاد بزرگ اور ولی تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو قرآن میں ولی فرمایا ہے۔ اور اُن کی کرامت بیان فرمائی ہے کہ بے فصل میوے غیب سے اُن کے پاس آجاتے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پوچھتے کہ یہ کہاں سے آئے۔ تو جواب دیتیں کہ اللہ میاں کے یہاں سے۔ غرض اُن کی ساری باتیں اچنبھے کی تھیں۔ یہاں تک کہ جب جوان ہوئیں تو محض خدا تعالےٰ کی قدرت سے بدون مرد کے اُن کو حمل ہوگیا۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیغمبر پیدا ہوئے یہودیوں نے بے باپ[3] کے بچّہ پیدا ہونے پر واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو پیدا ہونے ہی کے زمانہ میں بولنے کی طاقت دی۔ انھوں نے ایسی اچھی اچھی باتیں کیں کہ انصاف والوں کو معلوم ہوگیا۔ کہ ان کی پیدائش خُدا کی قدرت کا نمونہ ہے۔ بے شک بے باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کی ماں پاک صاف ہیں۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بزرگی بیان فرمائی ہے۔ عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی۔ بجز دو عورتوں کے ایک حضرت مریمؑ دوسری حضرت آسیہ یہ مضمون حضرت آسیہ کے ذکر میں بھی آچکا ہے۔ **فائدہ**۔ دیکھو ان کی ماں نے ان کو خدا کے نام کر دیا تھا۔ کیسی بزرگ ہُوئیں۔ اور خود اللہ کی تابعداری میں لگی رہتی تھیں۔ جس سے آدمی ولی ہو جاتا ہے۔ اُس کی برکت سے خدا نے کیسی تہمت سے بچالیا۔ بیبیو۔ خدا کی تابعداری کیا کرو سب آفتوں سے بچی رہو گی۔ اور اپنی اولاد کو دین میں زیادہ لگا رکھا کرو۔ دُنیا کا بندہ مت بنا دیا کرو۔

حضرت زکریاؑ کی بی بی کا ذکر

ان کا نام ایشاع ہے۔ یہ حضرت حنّہ کی بہن اور حضرت مریم علیہ السلام کی خالہ ہیں۔ اُن کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ ہم نے زکریا کی بی بی کو سنوار دیا ہے۔ اس کا مطلب بعض عالموں نے یہ لکھا ہے کہ ہم نے ان کی عادتیں خوب سنوار دیں۔ حضرت یحیےٰ پیغمبر علیہ السلام اُن کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے۔ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام رشتے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کے نواسے ہیں۔ نواسہ بھی بیٹے کی جگہ ہوتا ہے۔ اس واسطے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کو دوسرے کی خالہ کا بیٹا فرمایا ہے۔ **فائدہ**۔ دیکھو اچھی عادت ایسی اچھی چیز ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بھی اُن کی تعریف فرمائی۔ بیبیو اپنی عادتیں ہر طرح کی خوب سنوارو۔ آئندہ ہم اس وقت کی نیک بیبیوں کے حالات بیان کریں گے۔

۱؎ مریم کے معنی عبادت گزار عورت کے ہیں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم اس حکم سے خارج ہیں یعنی آپ صلعم کو شیطان نے پیدا ہوتے وقت نہیں چھیڑا۔

۳؎ حالانکہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام تو حق تعالےٰ کی قدرت سے بغیر والدین پیدا ہو گئے تھے۔ سو حضرت عیسیٰؑ کا بغیر والد پیدا ہونا کیا تعجب تھا۔ اللہ تعالےٰ تو ہر بات پر قادر ہیں۔ مگر وہ یہودی لوگ احمق اور شریر تھے۔

(بقیہ) اسلام اور مغرب کے مایۂ ناز مشاہیر صفحہ ۱۱ سے آگے)

چنانچہ جب عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کر لیا تو اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کر لیا۔ لیکن ایمان دینا قبول نہ کیا۔ کیا اسلام کی اس جاذبیت اور حقانیت کی اس سے بڑھ کر کوئی تاریخی دلیل ہو سکتی ہے؟

(ڈاکٹر گستاولی بان) "تمدن عرب" (باقی پھر)

دیکھے مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہے

(از جناب محمد صبا صاحب کاشانۂ صحت اندرون یکی دروازہ لاہور)

ہمیں مدرسوں میں شیخ سعدیؒ اور شیخ عطارؒ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے بچپن ہی سے ہمارے اعتقادات، خیالات اور اعمال ایک حد تک درست ہو جاتے تھے۔ آج وہ زمانہ تو نہیں رہا۔ آج بی۔ ٹی کرائی جاتی ہے۔ جس سے روحانی ٹی بی ہو جاتی ہے۔ ہر کس و ناکس ہر شاہ و گدا ہر امیر و غریب اسی دھن میں لگا رہتا ہے کہ میں اپنے صاحبزادہ کو ملحد اور زندیق بنا دوں۔ دنیوی اعتبار سے وہ بڑے سے بڑا عہدہ حاصل کر لے۔ خواہ اُسے کلمہ بھی صحیح نہ آئے۔ یہ نحیست انگریز کی مہربانی ہے۔ کہ ہماری ہر شئے بگڑ گئی ہے اور بگڑتی جا رہی ہے۔ جہاں اس منحوس کے قدم گئے وہاں کی تعلیم، تہذیب اور تمدن کو غارت کر کے رکھ دیا۔ عمل بگڑا۔ علم بگڑا۔ تہذیب بگڑی۔ خیالات خراب ہوئے۔

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک رباعی ہے ؎

یاد داری کہ وقت زادنِ تو
ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

دُنیا کا دستور ہے کہ جب ایک انسان تکلیف میں مبتلا ہو۔ تو اس کی ہمدردی کی جاتی ہے۔ کوئی روتا ہے تو انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کے ساتھ رویا جائے ورنہ کم از کم ہنسا تو نہ جائے تاکہ یہ تو نہ سمجھا جائے کہ ہمیں کسی کے دُکھ سے سکھ ہے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ یقیناً ظلم کرتا ہے۔ اب غور کرو کہ جس وقت ہم پیدا ہو رہے تھے۔ رو رہے تھے۔ ہمارے رونے پر ہمارے خویش و اقربا ہنستے تھے۔ ہم بلبلا کر نیندوں کو خراب کر رہے تھے۔ دلوں کو تڑپا رہے تھے۔ ہمارے خون کے آنسو رونے اور آنسو کے دریا بہانے پر شیرینیاں تقسیم ہو رہی تھیں دعوتیں ہو رہی تھیں۔ اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو سکتا ہے۔ ہمارا رونا خوشی سے تھا یا تکلیف سے۔ سکھ سے تھا یا دُکھ سے۔

یہ آپ سب جانتے ہیں۔ کبھی خوشی سے رویا نہیں جاتا۔ غالب کہتا ہے ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

رونا ستانے سے ہوتا ہے۔ ہمیں ستایا گیا ہم رو رہے تھے۔ ہمارے سر پہ مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ہم انتہائی تکالیف میں تھے۔ کیوں؟ ——— اس لئے کہ ہم عالمِ ارواح سے منتقل کئے گئے تھے۔ ہم مقدس سرزمین پہ رہنے والوں، ہم نورانی جہان کے بسنے والوں کو حکم دیا گیا۔ کہ ظلمتکدۂ دُنیا میں آباد ہوں۔ اس سے زیادہ غم کا مقام اور کون سا تھا۔ ہمارا پیارا وطن جہاں تسبیح و تحمید کے بغیر اور کوئی کام نہ تھا، ہم سے چھوٹ گیا۔ اور کالبد خاکی اور اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ یہ بدن ایک نجس شئے ہے۔ ناپاک پانی سے بنایا گیا ہے۔ جس سے آپ کے احباب و اقربا کو محبت ہے۔ جس کو آپ بناتے سنوارتے ہیں۔ جیسے تیل لگاتے اور ولایت کے باریک باریک نزاکت مآب کپڑے پہناتے ہیں۔ جیسے عطر ملتے ہیں۔ جیسے اس طرح ناز و نخرہ کے ساتھ رکھتے ہو کہ ع

نسیم صبح بھی چھو جائے رنگ ہو میلا

حالانکہ اصل چیز اس کے اندر بند ہے جس کا نام روح ہے۔ اسے انسان کہنا چاہئے۔ ورنہ یہ بدن جو نہ صرف خود نجس ہے بلکہ ماءِ مطہر کو ناپاک (پیشاب) طیب خوراک کو نجس (پاخانہ) اور عمدہ آکسیجن کو گندہ (نائٹروجن۔ ہائیڈروجن) بنا دیتا ہے یہ حق جلّ شانہٗ کی قدرت اور رحمت کی کرشمہ سازی ہے۔ کہ ہمیں ناپاک پانی سے پیدا کر کے ایسے رنگ میں رنگ دیا ہے کہ ماں باپ۔ بھائی بہن۔ دوست احباب اور ہم خود سب ہم سے محبت کرتے ہیں۔ ورنہ اس کی حقیقت تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ کس طرح سے آیا ہے اور کس طرح جاتا ہے۔ آج رُوح بدن سے نکلی۔ اور آج ہی آج گھر سے نکالا۔ اور زمین کے اندر دفن کرو۔ ایک گھنٹہ دیر نہیں کی جاتی۔ رشتہ داروں اور احباب کا انتظار تک نہیں کیا جاتا۔ گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں۔ فوراً کفن دفن کا اہتمام ہے۔ عورت چھاتی سے لگانا پسند نہیں کرتی۔ وہ ماں جو ہر وقت پیار کرتی رہتی تھی۔ اب پیار نہیں کرتی۔ بچے گود میں نہیں بیٹھتے۔ دوست ہاتھ ملانا اور ہاتھ لگانا گوارا نہیں کرتے۔ جن سے خلوت میں کئی راتیں گزر کر اور دن گزر کر راتیں ہوتی تھیں۔ اور جی نہیں بھرتا تھا۔ وہ ایک منٹ کے لئے اکیلا ساتھ نہیں بیٹھتا۔ ڈرتا ہے۔ بھوت سمجھتا ہے۔ تصوّر کرتا ہے۔ کہ کہیں چمٹ نہ جائے دیکھا اپنا انجام۔ فوراً گھر سے نکالے جاتے ہیں۔ اگر ایک دن پڑے رہو تو دوسرے دن بدبو ہو جاتی ہے۔ وحشت کے مارے قدم نہیں رکھا جاتا۔ تیسرے دن کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ بدن پھٹتا ہے۔ گلتا ہے۔ سڑتا ہے۔ اور قیامت آ جاتی ہے۔ یہ اس جسم کا حشر ہے۔ جس کے لئے اس دُنیا کا سارا ساز و سامان ہے۔ موٹریں ہیں۔ مکان ہیں۔ باغات ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس کے لئے دُنیا بھر کو ستاتے ہیں۔ حرام مال کھاتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں۔ حق کو چھپاتے ہیں۔ لگی لپٹی کہتے ہیں۔ حکومت سے ڈرتے ہیں۔ حاکم وقت کو سچّی بات نہیں کہتے جہاد سے مُنہ پھیرتے ہیں۔ قید و بند اور تکلیف سے ڈرتے ہیں۔

آج مسلمان دُنیا کی آسائش اور آرام کے لئے دینِ حق کو چھوڑ رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے آبا و اجداد نے دین کو اپنایا اور دُنیا کو دین کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہ واقعہ اب بھی مسلمانوں کو دعوتِ عبرت دے رہا ہے۔ جبکہ آپ "بیت المقدس" کی فتح کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ تو مسلمانوں کے کمانڈر انچیف حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر عرض کی:-

"امیرالمومنین۔ بیت المقدس نصرانیوں کا متمدن و مہذب مُلک ہے اور آپ کا لباس رنگا رنگ پیوندوں سے مرصع ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں اس بات پر ندامت اُٹھانی پڑے۔ لہٰذا آپ نیا لباس پہن لیں" امیرالمومنین سیدنا فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:-

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

اہمیت تبلیغ

میاں عبدالرحمن لودھیانوی عثمانیہ کالج شیخوپورہ

یَٰٓأَیُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَیْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ یَعْصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا یَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِینَ ۝ پ۶ ع ۱۴

ترجمہ:- اے رسولؐ پہنچا دے جو تجھ پر اُترا تیرے رب کی طرف سے۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو آپؐ نے کچھ نہ پہنچایا۔ اُس کا پیغام اور اللہ آپؐ کو بچا لیگا لوگوں سے۔ بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا کافروں کی قوم کو۔

آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے نازل ہوتا رہا آپؐ بے خوف و خطر اور بلا تامل پہنچاتے رہے۔ اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسولؐ رسالت و پیغام رسائی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے۔ سمجھا جائے گا۔ کہ آپ نے اُس کا کچھ حق ادا نہ کیا۔

بلاشبہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ نے تیئس ۲۳ سال تک جس بے نظیر اولوالعزمی، جانفشانی، مسلسل جدّوکد اور صبر و استقلال سے فرض رسالت و تبلیغ کو ادا فرمایا۔ وہ اس کی واضح دلیل ہے کہ آپؐ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرضِ منصبی یعنی رسالت و بلاغ کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفۂ تبلیغ میں مزید استحکام کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہی ہو سکتا تھا۔

ظاہر ہے۔ کہ آپ کی تمام تر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید یہی تھا۔ کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں۔ لہٰذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذرا سی کوتاہی کریں۔ عموماً یہ تجربہ ہوا ہے۔ کہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے قاصر رہتا ہے۔ یا تو اُسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو۔ یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچنے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو۔ یا مخاطبین کے عام تمرّد و طغیان کو دیکھتے ہوئے تبلیغ کے پھل لانے سے مایوسی ہو۔

اللہ تعالےٰ نے آپ کو تسلّی دی۔ آپؐ نے اپنا فرض ادا فرماتے رہیں خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائیگا۔ باقی ہدایت و ضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر و انکار ہی پر کمر باندھ لی ہو۔ اگر راہ راست پر نہ آئی تو آپ غم نہ کریں۔ اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو ترک کریں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی کے موافق امّت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ فرمائی نوع انسانی کے عوام و خاص میں سے جو بات جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی آپؐ نے بلا کم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر خدا کی حجّت بندوں پر تمام فرما دی۔ اور وفات سے دو اڑھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمانِ اسلام اور عاشقانِ تبلیغ کا اجتماع تھا۔ اپنے اعلیٰ روس الاشہاد کا اعلان فرما دیا۔ کہ اے خدا! تو گواہ رہ۔ میں تیری امانت پہنچا چکا۔ تبلیغ کے سلسلہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب کے پتھر کھائے۔ اُنہوں نے آپکا بائیکاٹ کیا۔ اسی کی خاطر اپنے عزیز و اقارب چھوڑے گھر بار چھوڑا مکہ معظمہ جیسا عزیز اور پیارا وطن چھوڑا۔ اسی تبلیغ کی خاطر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے اوباشوں سے پتھر کھائے۔ آپ سے ہزاروں جاں نثاروں نے اشاعتِ اسلام کے لئے اپنے خون کی ندیاں بہا دیں۔ اور اپنے نونہال بچوں کو یتیم اور نوجوان بیبیوں کو بیوہ کیا۔

خوب سمجھ لو کہ پیغمبرؐ دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے جاتے۔ کہ تمہاری من مانی فرمائشیں پوری کرتے رہیں۔ اُن کی بعثت کی غرض صرف تبشیر و انذار اور تبلیغ و ارشاد ہے۔ وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارات سنائیں اور نافرمانوں کو اُن کے انجام پر متنبہ کریں۔ آگے ہر شخص کی کمائی اُس کے ساتھ ہے۔ جس نے انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر یقین کیا۔ اور اعتقاداً و عملاً اپنی حالت درست کر لی حقیقی امن و چین اس کو نصیب ہوا اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے رُوگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم کے نیچے آگیا۔ ا بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِیلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ط (پارہ ۱۴ ع ۲۲)

ترجمہ:- بلا اپنے رب کی راہ کی طرف پکّی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح۔ اور الزام دے اُن کو جس طرح بہتر ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ لوگوں کو خدا کے راستہ کی طرف کس طرح لانا چاہیئے۔ اس کے تین طریقے بتلائے۔ (۱) حکمت (۲) موعظت حسنہ (۳) جدال بالّتی ھی احسن

حکمت سے مراد یہ ہے۔ کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین، مضبوط دلائل اور براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں۔ جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے دنیا کے خیالی فلسفے اُن کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔

"موعظتِ حسنہ" مؤثر اور دلنشین نصیحتوں سے عبارت ہے۔ جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص ہمدردی و شفقت و حُسنِ اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے۔ بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں۔ مُردہ دلوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک مایوس و پژمردہ قوم

(باقی صفحہ [illegible] پر)

جُھر جُھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے۔ مگر طلب حق کی چنگاری سینہ میں رکھتے ہیں۔ اُن میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی سٹیم بھری جاسکتی ہے۔ جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعے سے ممکن نہیں۔ دنیا میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود ہے۔ جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں۔ نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں۔ کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں۔ اور بدُون بحث کے تسلی نہیں ہوتی اس لئے "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" فرما دیا۔ کہ اگر ایسا موقعہ پیش آئے بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کی جائے۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دینا پڑے۔ تو بہترین اسلوب سے دیا جائے۔ خواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں نہ کی جائیں۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔ مقصود سمجھانا اور حق کی تحقیق کرنا ہو خشونت، بد اخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔

طریق دعوت و تبلیغ میں خدا کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا۔ اور کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دینا چاہئے۔ وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے۔ دعوت و تبلیغ کی راہ میں آکر سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں۔ تو قدرت حاصل ہونے پر برابر کا بدلہ لے سکتے ہو۔ اجازت ہے لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کروگے۔ تو اُس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔ مظالم و شدائد پر صبر کرنا سہل کام نہیں خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے۔ کہ آدمی ظلم سہتا رہے۔ اور اُف نہ کرے۔ انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقوی، پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا۔ اُسی قدر خدا کی امداد و اعانت اُس کے ساتھ ہوگی۔

انسان کو خسارہ سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا و رسولؐ پر ایمان لائے اور اُن کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت کے۔ پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے۔ بلکہ جوارح میں بھی ظاہر ہو۔ اور اُس کی عملی زندگی اُس کے ایمان قلبی کی آئینہ دار ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے۔ بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے۔ کہ حق کے معاملہ میں اور شخص و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے۔ اور خود کامل ہوکر دوسروں کی تکمیل کریں گے۔ اُن کا نام صفحات دہر پر زندہ جاوید رہے گا۔ اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے۔ وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ اُن کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔

سید المرسلین خاتم النبیین کی امت آج تک ساری کی ساری نہ مردہ ہوئی ہے نہ ہے اور نہ ہوگی۔ آج بھی بفضلہ تعالیٰ علم و عمل نبوی کے جامع افراد سطح دنیا پر موجود ہیں۔ ان حضرات میں سے جن پر علمی رنگ غالب ہے۔ وہ عالم ربّانی کہلاتے ہیں۔ اور جن پر باوجو کتاب و سنت کے عالم ہونے کے زہد و تقوی اور تزکیہ نفس کا رنگ غالب ہے۔ تو وہ اللہ والے صوفی کہلاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ منصب محمدیؐ یعنی منصب رسالت کسی شخص کو بعد میں نہیں مل سکتا۔ ان حضرات کا فرض اولیں ہے۔ کہ خدا کی نعمتوں کا شکریہ بجالائیں۔ اور اُس کے رسولؐ کی تعلیم پر سب سے پہلے لبیک کہیں۔ اور علم توحید اپنے کندھوں پر اٹھائیں۔ اور اس قدر کمر ہمت باندھیں کہ ساری دنیا میں نور توحید پھیل جائے۔ اور ہر ذرۂ زمین سے صدائے توحید بلند ہونے لگے۔

(بقیہ "دیکھے مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہے" صفحہ ۸ سے آگے)

"حَسْبُنَا عِزَّةُ الْإِسْلَامِ" (طبری)

(ہم دُنیا کی عزّت کے خواہاں نہیں ہیں) ہمارے لئے تو صرف اسلام کی عزّت ہی کافی ہے۔

ع ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا

اسلام نے ہمیں بدن کی زیبائش و زینت میں الجھ کر رہ جانا نہیں سکھایا۔ بلکہ ہمیں اس بات کی تعلیم دی کہ ہم اپنے اندر روحانی جلا اور روشنی پیدا کریں۔ جفاکش بنیں۔ ایک دفعہ شیخ الہند ثانی حضرت مولانا العلامہ حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کو ایک شخص نے پنکھا ہلانے کی کوشش کی۔

آپ نے فرمایا :-

"اگر تم نے یوں کیا تو میں کیا کر سکوں گا۔ مجھے محمد شاہ نہ بناؤ۔ مسلمان جفاکش ہوتا ہے۔ تم جفاکش بنو۔ محمد شاہ نہ بنو۔ نادر شاہ درّانی بنو۔ کہ جب وہ ایران سے چڑھتا ہے۔ موٹے کپڑے ہیں آلاتِ حرب ہیں۔ ایک کندھے پر پانی کا مشکیزہ ہے۔ اور دوسرے کندھے پر ایک دو وقت کا کھانا ہے۔ اور اس حال میں کرنال تک پہنچ جاتا ہے۔ ادھر محمد شاہ کے پاس شراب کی محفل گرم ہے۔ ہر روز رپورٹ پہنچتی ہے۔ آخری رات کرنال پہنچ جانے کی رپورٹ وزیر نے سُنائی تو نشہ میں کہا۔ " این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ" مگر جب صبح کو نشہ دُور ہُوا۔ تو مشورہ کیا اور صلح کے لئے گیا۔ ڈھاکہ کی باریک ترین ململ اور ہر دو طرف خدام پنکھا ہلا رہے ہیں۔ مگر پھر بھی پسینہ ہے۔ وہاں پہنچا تو اس قدر موٹے کپڑوں پر بھی پسینہ پریشانی اور تھکاوٹ نہیں۔ پوچھا بھائی کیا بات ہے۔ نادر شاہ نے جواباً کہا۔ اگر میں آپ کی طرح نازک ہوتا تو کس طرح ایران سے چل کر کرنال پہنچتا۔ اور اگر آپ میری طرح ہوتے تو کم از کم اپنے ملک کی سرحد پر ہی میرا مقابلہ کرتے۔"

اسلام جفاکشی سکھاتا ہے نزاکت آبی نہیں سکھاتا، نزاکت آبی ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو ذکر الٰہی سے غافل کر دیتی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائے۔ تاکہ ہمیں معرفت خداوندی نصیب ہو۔ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

شیطان کا لیکچر

(از جناب محمد مقبول عالم صاحب ضیائی بی-اے- لاہور)

مقام دوزخ ، حاضرین جملہ دوزخی ، شیطان ایک بلند مقام پر کھڑا ہے۔ دوزخی اس کے ارد گرد ہجوم کی صورت میں جمع ہیں ۔ ایک شورِ بے تمیزی برپا ہے۔ ہر ایک سے گالیاں دیتا ہے ، اور قسم قسم کے اعتراضات کرتا ہے ۔ شیطان کچھ بولنے کے لئے مُنہ کھولتا ہے ۔ مگر پھر رُک جاتا ہے ۔ اُسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔ کافی عرصہ تک خاموش رہتا ہے ۔ حتیٰ کہ وہ بولتے بولتے تھک جاتے ہیں۔ اور اِدھر اُدھر بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں ۔ بعض سرکردہ دوزخی آگے بڑھتے ہیں۔ اور شیطان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:-

سرکردہ دوزخی - اے شیطان لعین ! دیکھ تُونے ہمیں کہاں پہنچا کے چھوڑا ۔ بارگاہِ خداوندی نے ہمیں "دوزخی" قرار دیا ۔ اور اب اس "دوزخ" — آہ ! اس بدترین مقام میں ہمیں قید کر دیا گیا ۔ لعنت ہو تجھ پہ کہ تُونے ہمیں ہلاک کر دیا ۔ بتا اب تُو کیا کہتا ہے ۔

شیطان (چاروں طرف دیکھتا ہے ۔ اور سب کی نظروں میں نظریں ملا کر خطاب کرتا ہے) میرے ساتھیو ! میں نے تمہارے احتجاج کو بغور سُنا اور تمہارے جذبات کو اچھی طرح جانچا ۔ تمہارا یہ شور و غل اب بے فائدہ ہے ۔ سُنو ! میں آج اس بات کا اعلان کرتا ہوں ۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے جو وعدے اپنے انبیاءؑ کے ذریعے تم سے کئے تھے کہ قیامت آئے گی ۔ حساب و کتاب ہوگا ۔ جزا و سزا ملے گی ۔ راستباز بہشت کی ابدی راحتوں کے وارث ہوں گے ۔ اور بدکردار دوزخ کے عذاب کا مزا چکھیں گے ۔ آج وہ سب وعدے سچّے ثابت ہُوئے اور جو وعدے میں نے تمہارے ساتھ کئے تھے ۔ کہ عیش کرو اور مزے اُڑاؤ ۔ دُنیا ہی سب کچھ ہے ۔ وہ سب جھوٹے ثابت ہُوئے ۔

اس کے بعد ٹھہر جاتا ہے ۔ اور لوگوں میں پھر ایک شور برپا ہو جاتا ہے ۔ جب شور ذرا کم ہو جاتا ہے ۔ تو اپنا سر اُٹھاتا ہے ۔ اور سلسلہ تقریر پھر جاری کرتا ہے:-

اور یاد رہے کہ میرا تم پہ کوئی زور نہ تھا ۔ کوئی دباؤ نہ تھا ۔ کوئی جبر نہ تھا اور نہ تم میرے تسلّط میں تھے ۔ ہاں اتنا تھا ۔ کہ جب بھی میں نے تمہیں بُرائی کی دعوت دی تم نے جھٹ میری دعوت کو قبول کیا ۔ اور اپنی خوشی سے میرا اتباع کیا ۔ سو اب مجھے ملامت نہ کرو ۔ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو ——

پھر ذرا رُک جاتا ہے ۔ اب لوگوں میں کوئی شور نہیں ۔ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے اور بلند آواز سے خطاب کرتا ہے ۔

میرے دوزخی ساتھیو ! اب میں نہ تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو ۔ نہ میں تمہاری مدد کو سکتا ہوں ۔ نہ تم میری مدد کر سکتے ہو تم نے مجھے دُنیا میں خدا کا شریک بنایا ۔ اور خدائی قوتوں کا مالک ٹھہرایا ۔ لیکن آج میں علی الاعلان تردید کرتا ہوں کہ میں خدا کا شریک نہیں ہوں ۔ میرے اندر کوئی خدائی طاقت نہیں ہے ۔ مجھے کوئی قوت حاصل نہیں ہے ۔ اور تم نے دیکھ ہی لیا ہے ۔ کہ خدائے جبّار کی عدالت پُر جلال نے نہ تمہیں چھوڑا نہ مجھے ۔ نہ تم عذاب سے بچ سکے نہ میں ۔ ہم سب ظالم ہیں ۔ اور خود ہم نے ہی اپنے آپ پر ظلم کیا ہے ۔ اب دردناک عذاب کے سوا ہماری کوئی سزا نہیں ۔

اس کے بعد خاموش ہو جاتا ہے ۔ تمام دوزخی رونا چلّانا شروع کر دیتے ہیں اور وہ چیخ و پکار بلند ہوتی ہے ۔ کہ العیاذاً باللہ ۔ (۱۴ : ۲۲)

(بقیہ بچّوں کا صفحہ ۱۹ سے آگے)

ایک ہی طرح کی تباہیوں پر ٹوٹے ۔ سب نے سچّائی کو چھوڑ دیا ۔ سب جھوٹ کے متوالے ہو گئے ۔ اور سب نے ایک ساتھ مل کر گندگی اور ناپاکیوں سے پیار کیا —— " آہ سب نے عہد باندھا کہ ہم ایک ہی وقت میں گمراہ ہو جائیں گے ۔ اور سب نے قسم کھائی ہے کہ ہم ایک ہی وقت میں سچائی سے بھاگیں گے ۔ —— " آہ —— !! سب اس سے بھاگ گئے ۔ اب اس کی محبت کی بستیاں اُجڑ گئیں ۔ اس کے گلے کا کوئی رکھوالا نہ رہا ۔ اور نہ اس کی حفاظت کے لئے کوئی ہاتھ اُٹھا ۔ سب جھوٹ کے پیچھے دوڑے ۔ سب نے جھوٹ کے عشق کے ناطے جوڑے ۔ افسوس صد افسوس ۔

ہمیں چاہیئے کہ ہر معاملے میں سچائی اور صاف گوئی سے کام لیں ۔ کیونکہ سچائی میں اگر کچھ وقتی مشکلات و مصائب پیش آ بھی جائیں تو اس کا انجام تو بہرحال بہتر ہوتا ہے اس کے برعکس جھوٹ کا انجام تکالیف و مصائب کا ایک پلندہ ہوتا ہے ۔ کیونکہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔ کہ جھوٹ کا ایک لامتناہی سلسلہ بن جاتا ہے ۔ جو کسی صورت میں یاد نہیں رہ سکتا ۔ تو لامحالہ ایک دن یہ پول کھل جاتا ہے اور شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوتا ہے ۔ "

اسلام اور مغرب کے مایۂ ناز مشاہیر

(از جناب سیّد حافظ عبدالقدیر صاحب پانی پتی صدر مجلس تحفظ ختم نبوۃ احمد پور شرقیہ)

آج مسلمان مذہب سے بیگانہ ہوگیا ہے۔ وہ اسلام اور مذہب کا نام لیتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ مذہب سے دلچسپی اور وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس کی بے حسی اور مردہ دلی کا یہ عالم ہے کہ وہ اس "روشن" اور "ترقی یافتہ" زمانہ میں اپنے تئیں "مسلمان" کہلاتے ہوئے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور "جبینِ سعادت آثار" "عرقِ انفعال" سے پسیج پسیج جاتی ہے۔

لیکن، وہ لوگ ——— ؟

اقوامِ عالم میں جن کا نام سرِ فہرست ہے، جو تہذیبِ جدید کے علمبردار ہیں۔ "ترقی" اور "روشنی" جن کے گھر میں پیدا ہوئی ہے، فلسفہ اور سائنس جن کی لونڈی غلام ہے ——— ہاں! ہاں! وہی جن پر مشرق و مغرب کو ناز ہے، جو بیسویں صدی کے "مفکرین" ہیں۔ "ترقیاں" اور "روشنیاں" جن کی "ٹھوکروں" سے پیدا ہوئی ہیں ——— جو دُنیا کو "تہذیبِ اخلاق" کا درس دینے نکلی ہیں ——— اور خوش قسمتی یا بد قسمتی سے جن کی ہر ادا پہ فدا ہو جانے کے ہم عادی ہو چکے ہیں ———

اس مقالہ میں انہی "آئمہ وقت" کے خیالات اور قیمتی آرا کا نچوڑ پیش کیا جا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ہم اپنوں کی مذہب سے بےحسی، بیگانگی اور بے التفاتی دیکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف غیروں سے اس کی چاہت محبت کے گیت سنتے ہیں تو مومن مرحوم کا یہ شعر زبان پہ آجاتا ہے؎

ایک ہم ہیں کہ ہوئے اتنے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہوں گے

یہاں صرف انہی لوگوں کے خیالات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن کی عمریں مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرنے میں بسر ہوئی ہیں۔ اور جن کی علمی استعداد اور قابلیت کا لوہا ساری دُنیا مان چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے پروفیسر آرنلڈ کی رائے ملاحظہ ہو۔ یہ وہ بزرگ ہیں، جنہیں حکیم مشرق علامہ اقبالؒ کے اُستاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۱- پنج وقتہ نماز | مسلمانوں کی پنج وقتہ نماز کا طریقہ ایسا مؤثر اور دلپذیر ہے کہ نمازی اور تماشائی دونوں کے دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

فرانس کے مشہور پروفیسر آرٹسٹ رینان نے سچ کہا ہے کہ "جب بھی کسی مسجد میں گیا۔ میں نے ہمیشہ ایک دلی جوش اور خاص کیف محسوس کیا۔ بلکہ اجازت ہو تو کہوں کہ میں جب کبھی مسجد میں گیا تو اپنے مسلمان نہ ہونے پر مجھ کو ضرور افسوس ہُوا۔"

اگر پروفیسر رینان جیسے شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے بغیر نہ رہ سکے تو پھر کونسا ایسا شخص ہے جو اسلام کی تعلیمات اور طریقِ عبادت سے متاثر نہ ہوتا ہوگا۔ ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

(پریچنگ آف اسلام)

۲- اہلِ اسلام کے اخلاق | اسلام نے مذہب کا بنیادی اصول خدا کی وحدانیت اور عظمت قرار دی۔ رہبانیت اور گوشہ نشینی کو مٹا کر جوانمردی قائم کی۔ باہمی اخوّت قائم کی۔ اور فطرتِ انسانی کی ضروریات کو تسلیم کیا۔ مذہبِ اسلام میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان کو پست قومیں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ مثلاً اعتدال، صفائی، علم، انصاف، احسان، بہادری، راستبازی، اور مہمان نوازی وغیرہ۔

"اہلِ اسلام کے اخلاق ہم عیسائیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ توکل پرہیزگاری خیرات اور باہمی اخوّت ان سب باتوں میں اہلِ اسلام نے ایک ایسی مثال قائم کی ہے۔ جس کی تقلید ہم کریں تو بہتر ہے۔" اسلام نے شراب نوشی۔ قماربازی اور زناکاری جیسی برائیوں کو، جنہوں نے عیسائی ملکوں کو ذلیل کر رکھا ہے، یک قلم موقوف کر دیا۔ اسلام میں بلا کی جاذبیت استحکام اور کشش ہے۔ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے وہ ہمیشہ اسی کا ہو جاتا ہے۔

(پادری کیپٹن آئیزک ٹیلر)

۳- اسلام کا نظامِ سیاست | اصول شرع اسلام میں سے ہر ایک اصل کو دیکھئے۔ تو فی نفسہٖ ایسی عمدہ اور مؤثر ہے کہ شارعِ اسلامؐ کے شرف و فضیلت کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ اصولِ اسلام کے مجموعہ سے ایک ایسا نظام سیاست قائم ہو گیا ہے۔ جس کی قوت اور متانت و سنجیدگی کے سامنے تمام سیاسی نظام باطل ہیں۔

ایک ایسے شخص کے زمانۂ حیات میں جو ایک وحشی اور کم ظرف قوم کے قبضہ میں تھا، وہ شرع شائع ہو گئی۔ جو قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے کہیں زیادہ وسیع اور بڑی تھی۔ (مشہور مؤرخ ارکھاٹ)

۴- اسلام کی تعلیمات | ایک معمولی عقل و سمجھ کا مسلمان بھی جہاں کہیں جاتا ہے اسلام کی تعلیمات اس کے ساتھ ہوتی ہیں جو دوسروں پر ضرور اثر کرتی ہیں۔ صبح دوپہر اور شام اسلام کے حکم کا نعرہ (اذان) بلند ہوتا ہے اور وہ سر جو پہلے پتھروں کے آگے جھکا کرتے تھے اور وہ ہونٹ جو پہلے خوشی کے ساتھ اپنے ہم جنس بھائی کے گوشت پر پلتے تھے۔ اب اس قادرِ مطلق کی عبادت میں ہلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ غرض اسلام نے بنی نوعِ انسان کے معیارِ اخلاق کو بے حد بلند کر دیا ہے

(جوزف طامسن) "دینِ اسلام"

۵- اسلام اور علومِ طبعی | پیغمبرِ اسلامؐ نے جس مذہب کی اشاعت کی۔ وہ ایک نہایت سادہ اور مکمل مذہب ہے۔ اسلام کا مکمل تمدنی اثر فی الحقیقت لامحدود ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات ہی کا اثر تھا کہ ایک صدی کے اندر عربوں کی حکومت دریائے سندھ سے لے کر اندلس تک پہنچ گئی تھی۔ اور ان تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم لہرا رہا تھا، ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام وہ مذہب ہے جس کے اعتقادات کو علومِ طبعی کے مسائل کے ساتھ پوری مطابقت حاصل ہے۔ ان اعتقادات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاق کو نرم، پاکیزہ اور بہتر بنائیں اور ہم میں نیکی، انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کرلیں۔

دُنیا میں مذاہب پیدا ہوئے، اور مٹ گئے۔ لیکن مذہبِ اسلام کے اعتقادات کو زمانہ نہ مٹا سکا۔ اور آج بھی ان کا اثر ویسا ہی پُر زور ہے جیساکہ پہلے تھا۔

اسلام میں بلا کی جاذبیت ہے۔ اس کا پیرو کبھی منحرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

بچوں کا صفحہ

از جناب عزیز الرحمٰن صاحب حیدری مدرسہ انوار العلوم نزد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ۔

جھوٹ

آج سے تقریباً بیس سال قبل جب میں بچپن کی بھول بھلیوں میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر جہل میں تیرتا۔ کبڈی کھیلتا اور رہٹ کے درختوں پر چڑھ کر بیٹا کے ننھے منے بچے گھونسلوں سے نکالتا اور شام کو تھکا ماندا گھر لوٹتا۔ تو ابّا جان کے ڈر کے مارے اور ان کی رعب دار آواز کے خوف سے میرے چہرے پر زردی چھا جاتی تھی۔ جونہی میں دروازے میں قدم رکھتا ابّا جان گرج دار آواز میں فرماتے:

"آج تمام دن کہاں رہا ——" کیا بتاؤں کہ اس وقت میری کیا حالت ہوتی میرا ذہن بیسیوں بہانے تراشتا اور پچاسوں جھوٹ بناتا تھا۔ اور اسی جھوٹ کی برکت سے میں نے بہت سے معرکے سر کئے۔ یہاں تک کہ میں جھوٹ کو نجات دہندہ تصوّر کرنے لگا۔

کسی بھی خوشی کے تہوار یا غم کے موقع پر جب بڑے بوڑھے چار پائیوں پر بیٹھے مختلف مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ تو جھوٹ اور جھوٹا بھی اُن کے موضوعِ بحث کا ایک اہم حصّہ بنتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ عقلمندوں نے کہا ہے کہ

"جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے ——"

"دروغ گو را حافظہ نباشد ——"

"جھوٹے کا مُنہ کالا ——"

میں ان کی یہ باتیں سُن کر ان کی عقل پر شبہ کرنے لگتا کہ ہو نہ ہو ان کے دماغ کا ایک آدھ پرزہ ضرور ڈھیلا ہے۔ کیونکہ جھوٹ تو میرے نزدیک انتہائی محبوب چیز تھی۔ آہستہ آہستہ میں سن شعور کی طرف ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ اور میرے جھوٹ بھی میرے ساتھ ساتھ قدم بقدم شانہ بشانہ روبہ ترقی رہے۔ مگر آج مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میرے تمام جھوٹ کامیاب نہ تھے۔ بلکہ ابّا جان حکمت عملی سے کام لے کر مجھے معاف کر دیا کرتے تھے۔ اور نرمی سے سمجھاتے تھے کہ بیٹا! ایسا نہیں کرتے، اچھے بیٹے بنو۔ اچھے بیٹے جھوٹ نہیں بولا کرتے!!!

میری بد قسمتی دیکھئے کہ ایک دن ابّا جان نے مجھے ایک دوکاندار کے پاس بھیجا کہ اس سے دس روپے لے آؤ۔ میں چند ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہو گیا۔ کھیلتے کھیلتے شام ہو چلی تھی بھاگتے بھاگتے گھر آیا۔ ابّا جان غصّے سے لال پیلے ہو رہے تھے۔ پوچھنے لگے۔ "کیوں دیر لگائی" میں نے بھولپن سے کہا کہ کھلے ہوئے پیسے نہیں مل رہے تھے۔ انہوں نے پھر پوچھا: "کتنے روپے کا نوٹ تھا ان کے پاس" میں نے جھٹ سے کہہ دیا۔ "بیس روپے کا۔" بس پھر نہ پوچھئے کہ میری کیا درگت بنی۔ اور بننا بھی چاہئے تھی۔ کیونکہ سرکار بے انصاف سے ابھی تک بیس روپے کا نوٹ نہ بن سکا —— آج پہلی دفعہ مجھے معلوم ہُوا کہ "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔" اور یہ عہد کیا کہ آئندہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور بولتا بھی کیسے کہ اب بھی بیس روپے کا وہ کمبخت نوٹ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

بات سے بات نکلتی ہے۔ ایک دفعہ ایک دوست نے وعدہ کر لیا تھا کہ فلاں تاریخ کو فلم دیکھیں گے۔ میں دل میں خوش ہو رہا تھا۔ کہ چلو بھائی ایک فلم تو مفت میں دیکھ لوں گا۔ بےچینی سے تاریخیں گنتا رہا۔ خدا خدا کر کے مقررہ تاریخ آئی۔ میں نے نہا دھو کر اچھے کپڑے پہنے اور فلم شروع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل ہی دوست کے ہاں جا پہنچا۔ خیر و عافیت پوچھے بغیر "وعدہ تو یاد ہے نا۔" آج کے دن فلم دیکھنے کو جو کہا تھا —— " مجھے معلوم نہ تھا کہ میرا دوست حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے والوں میں سے ہے —— اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور رونی صورت بنا کر کہنے لگا۔ کہ "بھئی کل سے ابّا جان شدید بخار میں بسترِ مرگ پر ملک الموت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور میں ڈاکٹر لینے جا رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آج سنیما نہ دیکھ سکیں گے۔" میں نے کہا یار میں بہت شرمندہ ہوں۔ سنیما جائے چولھے میں۔ یہ بتاؤ کہ علاج کس ڈاکٹر کا کروانا ہے تاکہ میں ڈاکٹر کو جا کر لے آؤں۔ ہم ابھی بات بھی ختم نہ کر پائے تھے۔ کہ پیچھے سے اُس کا باپ حسبِ معمول مُسکراتا ہُوا آیا اور مجھے خوش آمدید کہا۔ میرے دوست کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور معاً مجھے عقلمندوں کی مثال یاد آئی۔ کہ "جھوٹے کا منہ کالا۔"

یہ واقعات اس غرض کے لئے قلمبند کئے گئے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ بڑوں کی مثالیں سو فیصدی درست اور صداقت پر مبنی ہوتی ہیں۔ جھوٹ بہت بُری چیز ہے اتنی بُری کہ دُنیا کے تمام مذاہب نے اس کو قابلِ نفرت گردانا ہے۔ اور دُنیا کی ہر تہذیب نے اس کی تنقیص کی ہے —— دینِ اسلام میں تو یہ گناہِ کبیرہ میں شامل ہے۔ اب اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام بُرائیوں کی جڑ یہی ایک جھوٹ ہے۔ مثال کے طور پر چور اگر جھوٹ نہ بولے تو وہ کبھی چوری نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے کئے کی سزا پائے گا دُنیا کے تمام گناہوں اور بُرائیوں کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ مجرم کے پاس جھوٹ کا پردہ نہ ہو تو وہ کبھی جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

بعض لوگ تو بغیر کسی نفع نقصان کے جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا جھوٹ ان کی ایک عادت ہے۔ یہ لوگ اگر جھوٹ کی بجائے سچ کہیں اور صاف بات کریں تو بھی ان کو کوئی نقصان اُٹھانا نہیں پڑتا۔ مثلاً جب کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے تو باپ بیٹے سے کہتا ہے۔ کہ جاؤ دیکھو تو کون ہے؟ ہاں سُن اگر میرے متعلق پوچھے تو کہہ دینا کہ گھر پر نہیں ہیں۔ اور ہاں۔ اگر زید ہو تو کہہ دینا کہ نہیں ہے اور اگر بکر ہو تو کہنا ٹھہرو ابھی آتا ہے —— اسی طرح پڑوسی کی بچی جب سالن مانگنے آتی ہے تو ماں اپنی بیٹی کے سامنے جواب دیتی ہے کہ آج تو ہانڈی نہیں پکائی۔ بازار سے دو پیسے کے چنے لا کر گزر اوقات کی ہے۔ حالانکہ اس دن گھر میں مرغ پکا ہوتا ہے۔ بچّے یہ چیزیں دیکھتے ہیں اور یہی ان کے ذہن میں رچ کر فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اب والدین کو کون بتائے کہ ایک طرف تو اُنہوں نے خود جھوٹ بولا اور دوسری طرف اپنے بچّوں کو جھوٹ کی تعلیم دی۔ مگر کیا کیا جائے کوئی بھی تو نہیں سب گمراہ ہو گئے۔ سب نکمّے نکلے سب غافل ہو گئے۔ سب پر نیند کی موت چھا گئی۔ سب نے ایک ہی طرح کی ہلاکت میں پناہ لی۔ سب

باقی صفحہ ۱۷ پر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G-B-7/۳۰-۲۷۴۱-۲۷۴۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۔/۱۰ روپے
ششماہی ۔/۶
فی پرچہ ۔/۴

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا